Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1517

آنکھوں دیکھا روس

1517

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम ... आँखो देखा रूस ...

लेख ... विदेशी ज़बानो का अशाअत घर

प्रकाशन वर्ष ...

आगत संख्या ... 1517 ...

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آنکھوں دیکھا روس

1517;U

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1517

آنکھوں دیکھا روس

جناردن اُپادھیائے

1517;U

نویگ پریس۔ دہلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

١٩٨٠ء

پبلشر: نویگ پریس، چاندنی چوک، دہلی
پرنٹر: جید پریس، بلیماران دہلی

قیمت: چار روپے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1517

فہرست

روس کی سرزمین پر	۷
گھر پڑوس	۱۲
ڈائمنڈ میوزیم	۱۳
لال چوک : لینن کی زیارت	۱۵
ماسکو	۱۷
بچّوں کے بارے میں	۲۱
پکنک کا سفر	۲۳
چیزیں بھی بہت ، خریدار بھی بہت	۲۶
یہ نئے چہرے	۲۶
لینن کا گورکی گاؤں	۲۷
ارو را جہاز	۳۰
پیتر وو ارتیس (موسم گرما کا محل)	۳۰
پشکن	۳۱
پیٹر اور پال کا قلعہ	۳۲
سینٹ آئیزک کیتھڈرل	۳۳
لینن گراد کے بہادر سپوتوں کو ہدیۂ عقیدت	۳۳
سیاحوں کے ہوٹل	۳۶
کراسنایا استریلا (لال تیر)	۳۶
لینن میوزیم، ماسکو	۳۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ماسکو میں تھیٹر	۳۹
لینن گراد کا سرمائی محل	۴۰
لینن گراد میں لینن کا انڈر گراونڈ رجلیو گاؤں	۴۲
لیوتالستائے کا گاؤں یاسنایا پولیانا	۴۳
سوویت یونین میں تعلیم	۴۶
سوویت یونین کی معاشی ترقی کی نمائش	۴۸
مذہبی آزادی	۴۹
سوویت یونین میں عورتوں کا درجہ	۵۲
ٹیلی ویژن	۵۴
۶۲ واں یوم انقلاب	۵۶
علاج معالجہ	۵۹
سرکس	۶۰
الوداع	۶۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روس کی سرزمین پر

پالم ہوائی اڈے پر ۱۰۵ نمبر کے جہاز "گوری شنکر" میں اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ ٹھیک ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر ہمارا جہاز آسمان میں ماسکو کے راستے پر اڑنے لگا۔ میں کچھ دیر تک مادر وطن کا نظارہ دیکھنے لگا اور تب تک دیکھتا رہا جب تک ہمالیہ کی برف سے ڈھکا پہاڑی سلسلہ دکھائی دیتا رہا۔ واقعی بہت ہی اچھا نظارہ تھا۔ دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک نہیں رہی تھیں۔ ٹھیک اس کے بعد یکایک مجھے اپنے بیٹے ددن اور ان کے بچوں کی یاد آئی۔ ان سے ملنے کی خواہش سے دل بے چین ہو رہا تھا۔ ماسکو میں کامریڈ لینن کو دیکھنے کی تمنا تھی۔ بہت سی باتیں ایک ساتھ میرے دل پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ میں گہری فکر میں ڈوب گیا۔

میں کلکتہ میں ٹرام مزدور کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے ہندستانی کمیونسٹ پارٹی کے ٹریڈ یونین کارکن ساتھیوں کے نزدیک آیا تھا، انہیں کے ذریعے انقلابیوں کی کہانیاں سننے کے ساتھ ساتھ روس کے عظیم قائد کامریڈ لینن کی قیادت میں روس میں زار شاہی کا خاتمہ اور ۱۹۱۷ء میں روس میں انقلاب کی کامیابی کے نتیجے میں مزدور کسانوں کا راج قایم ہونے کی کہانی بھی میں نے سنی۔ یہ سب سن کر مجھ پر بہت اثر ہوا تھا۔ تبھی نازیوں کا روس پر حملہ اور روس کے بہادر جوانوں، کسانوں، مزدوروں نے جوابی حملہ کر کے نازیوں کو اپنے وطن سے بھگا دیا اور پھر برلن پر لال جھنڈا پھہرانا وغیرہ سن کر میرا دل کمیونسٹ پارٹی کی طرف مائل ہوا۔ اس طرح مجھے کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننے کی خوش نصیبی میسر ہوئی۔ میں ۱۹۴۳ء میں پارٹی کا ممبر بن چکا تھا۔ اس وقت سے آج تک میں اُسی راستے پر چل رہا ہوں۔

آج اُسی لینن کے ملک کی دارلسلطنت ماسکو کی طرف جاتا ہوا میں سوچ رہا تھا کہ کامریڈ لینن کو دیکھنے کا میرا خواب آخر پورا ہونے جا رہا ہے۔ ماسکو میں جہاں نازیوں کو روک کر پیچھے ڈھکیل دیا تھا، وہ جگہ بھی دیکھوں گا۔ ایسے ہی جذبات میں میں ڈوبا رہا۔ پتہ ہی نہیں چلا کہ کتنا وقت گزر گیا۔ میں نے اچانک سنا "برائے مہربانی بیلٹ لگا لیجئے" اب کچھ دیر میں ماسکو پر جہاز اتر جائے گا۔ میں نیچے دیکھنے لگا۔ ہوائی جہاز کافی نیچے آجانے کی وجہ سے میں سب کچھ دیکھ پا رہا تھا۔ کچھ ہی لمحوں میں جہاز اُتر گیا۔

آخر کو ماسکو پہنچے۔ ددن جی، اپنے دونوں پوتوں اُرن اور امرت سے ملکر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ رہا۔

ماسکو دیکھنے کا ارمان ایک مدت سے میرے دل میں تھا۔ لیکن یہ ناممکن سی تمنا کبھی عملی جامہ پہن لے گی اس کا مجھے یقین نہیں تھا۔ ددن جی کو ماسکو میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اور نکھل دا کی کوششوں سے مجھے بھی ماسکو آنے کا موقع نصیب ہوا۔ میں ۲۴ جون کو روسی سرزمین پر ماسکو شہر پہنچا۔ ایک ہندستانی ہونے کے ناتے مجھے ماسکو ہوائی اڈے ہی سے ماسکو والوں کا پیار اور خلوص ملنے لگا۔ کسٹم سے باہر آنے میں مجھے دس منٹ بھی نہیں لگے۔ اس کے بعد میں اپنے بیٹے اور پوتوں کے ساتھ ٹیکسی میں چلا جا رہا تھا۔

راستے میں ہی مجھے وہ جگہ دیکھنے کو ملی جہاں ماسکو کے بہادر جوانوں، مزدوروں اور عام شہریوں نے نازیوں کو سبق سکھایا تھا اور پیچھے دھکیل دیا تھا۔ یہ جگہ دیکھ کر میرا دل عقیدت سے بھر گیا اور میں نے دل ہی دل میں ان کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ماسکو کی گورکی سڑک اور کریملن کے نزدیک سے ماسکو ندی کو پار کرتے ہوئے میں اپنے بیٹے کے گھر پہنچا۔ میرے بیٹے کا گھروار ساراج پتھ پر ہے۔

دونوں بچے میرے ساتھ سارا دن گھر پر ہی رہے۔ میرے دونوں پوتے روسی اسکول میں ہی پڑھتے ہیں۔ بڑا ارون چوتھی کلاس میں ہے۔ پائنیر بن چکا ہے، اور بڑی روانی سے روسی بولتا ہے۔ بلکہ اس نے ہی میرے ساتھ ایک ترجمان کے فرائض پورے کئے۔ کہنے لگا دادا جی روسی لوگ بڑے اچھے ہیں۔ ہم سب کو بہت پیار کرتے ہیں۔ ہر بات و کام میں وہ لوگ ہماری مدد کرتے ہیں۔ اسکول کے سب بچے اور استاد ہم لوگوں کو بہت پیار کرتے ہیں کیونکہ ہم ہندستانی جو ہیں۔ یہاں بچوں کو کتابوں، کاپیوں سے لے کر یونیفارم وغیرہ تک سب اسکول کی طرف سے ملتا ہے۔ یہاں فیس نہیں دینا پڑتی ہے۔ اسکول میں ہی کھانا دیا جاتا ہے۔ یہاں پڑھنے کے علاوہ خوب اچھے اچھے کھیل بھی کھلائے جاتے ہیں۔ بس بچوں کو صبح ایک بار تیار کر کے اسکول بھیج دینے کے بعد ماں باپ کو کسی قسم کی پریشانی نہیں رہتی۔

میرا چھوٹا پوتا امیت پہلی کلاس میں ہے۔ وہ بھی تھوڑی تھوڑی روسی سمجھنے لگا ہے۔ اس نے بھی اپنے اسکول، استادوں، کھانے پینے اور وہاں کے پیار کی بہت سی باتیں سنائیں۔

دونوں بچوں نے جو کچھ مجھے بتایا، وہ میرے لئے نئی بات تو نہیں تھی، میں کتابوں میں پڑھ چکا ہوں۔ یہاں آنے والے بیسوں ساتھیوں سے سن چکا تھا، لیکن آج مجھے یہ موقع ملا کہ میں اپنے ہی دونوں بچوں سے جو یہاں اسکول میں پڑھ رہے ہیں یہ سب باتیں سنوں۔ مجھے فخر محسوس ہوا کہ ان میں سے ایک بچہ پائنیر بن چکا ہے۔

میں اپنی بہو سے بھی کئی کہانیاں سنتا رہا کہ ہندستان کے لوگوں کو یا خود اس کو روسی لوگ کتنا پیار دیتے ہیں۔ اس کی ساڑی اس کے ہندستانی ہونے کی پہچان ہے۔ اس نے بتایا کہ دوکان پر یا گھر میں یا راستہ چلتے ہوئے ضرورت پڑنے پر ہر روسی ہندستانی لوگوں کی مدد کرنا اپنی خوش نصیبی مانتا ہے۔ گھر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھلار کھئے، اکیلار کھئے، گھومئے پھرئے، نہ چوروں کا ڈر نہ کسی طرح کی غنڈہ گردی کا خوف ۔ میں سارا دن دونوں بچوں ان کی ماں اور ددن جی کی باتیں سنتا رہا ۔ مجھے ان لوگوں پر غصہ سا آنے لگا جو روس کے بارے میں غلط سلط باتیں کرتے ہیں ۔

دوسرے دن میں ددن جی اور اپنے دونوں پوتوں کے ساتھ میٹرو پر گھومنے نکلا ۔ بہت دن سے میٹرو کے بارے میں سنتا آیا تھا کہ ماسکو کے نیچے چلتی ہوئی گاڑیاں لوگوں کو ماسکو کے کونے کونے میں پہنچا دیتی ہیں ۔ میری زندگی کا یہ پہلا تجربہ تھا ۔ اس سفر میں میرا ترجمان میرا پوتا ارُن تھا جو ایک پائنیر ہے ۔

میٹرو میں نیچے جاتے ہوئے گیٹ پر لگی مشین میں پانچ کوپک (روسی پیسہ) ڈالا گیا، راستہ کھل گیا اور ہم نیچے اتر گئے ۔ پلیٹ فارم پر پہنچے، کیا خوبصورت پلیٹ فارم تھا اور کتنی صفائی تھی کہ بس دیکھتے ہی رہو ۔ میں ہر چیز، ہر آدمی، ہر جگہ کو ایک خاص پرکھنے والی نظر سے دیکھ رہا تھا ۔ ریل آگئی، دروازہ کھلا، لوگ اترے اور چڑھے، لیکن بالکل شور نہ ہوا ۔ ریل میں چلتے مسافروں میں سے کسی کو بھی سگریٹ پیتے نہیں دیکھا ۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ مسافروں کو جن میں مرد، عورت اور بچے شامل تھے، کتابیں پڑھتے ہوئے پایا ۔ مجھے پولیس کا کوئی آدمی بھی کہیں دکھائی نہیں دیا ۔ ایسا لگ رہا تھا کہ لوگ خود ہر قانون کی پابندی اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔

ہم لوگ تین چار گھنٹے تک نیچے ہی نیچے میٹرو میں گھومتے رہے ۔ اسٹیشنوں کے نام وہاں کے بہادر انقلابیوں کے ناموں پر تھے، اور ان بہادروں کی مورتیاں بھی بنی ہوئی ہیں ۔ اس پورے سفر میں نہ کوئی شرابی، نہ جواری، نہ جیب کترا اور نہ ہی کسی اور طرح کا مجرم قسم کا آدمی دکھائی دیا ۔ یہ ان لوگوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو روس کے لوگوں پر کیچڑ اچھالتے ہیں ۔

میٹرو میں دن میں چار بار اندر کی ہوا بدلی جاتی ہے ۔ میٹرو کے ۱۰۷ اسٹیشن ہیں ۔ اور ریل گاڑیاں ساٹھ سے ستر لاکھ لوگوں کو ادھر سے اُدھر لے جاتی ہیں ۔ ایک بار میں ایک آدمی کا کرایہ صرف پانچ کوپک ہی لگتا ہے، جبکہ اٹلی کے میلان شہر میں میٹرو کا کرایہ ۱۶ کوپک ہے، نیویارک میں ۲۶ کوپک، بروسیلس میں ۲۶ کوپک اور شیکاگو، مانٹریل میں ۳۲ کوپک ہے ۔

آج کا دن بڑا سہانا ہے ۔ کبھی دھوپ کبھی چھاؤں اور کبھی کبھی ہوا بھی چلتی ہے ۔ ہوا تیز نہیں ہے ۔ بلند و بالا عمارتیں، نیچے ہرے بھرے پارک، راستوں پر پیڑوں کی قطاروں کی ہریالی دل کو لبھا رہی ہے ۔ درجہ حرارت کبھی دن میں ۱۴، ۲۰ ڈگری سینٹی گریڈ کے اندر ہی رہتا ہے ۔ ایسے ہی موسم میں، ددن اور بچوں کو لے کر میں لینن پہاڑی دیکھنے نکل کھڑا ہوا ۔

اس لینن پہاڑی کے نام اور اس کے حُسن کے بارے میں یہاں آنے والے اپنے کئی ساتھیوں سے سن چکا تھا آج میں خود اس کو دیکھنے جا رہا ہوں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شام کو دفتروں میں چھٹی ہو جاتی ہے ۔ ہر ہر منٹ میٹرو ریل گاڑیاں آجا رہی تھیں ۔ پھر بھی ٹھساٹھس بھری ہوئی تھیں ۔ چڑھنے اترنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی ۔ اترنے چڑھنے والوں کو لوگ اپنے آپ جگہ دیتے ہیں ۔ کئی جگہوں پر اترتے چڑھتے ہم لوگ لینن پہاڑی پر پہونچے ۔ ماسکو ندی جو ماسکو شہر کے بیچ پرسکون ڈھنگ سے ٹیڑھے میڑھے بہتی ہے، اُسی کے کنارے لمبے لمبے ہرے بھرے پتوں سے پوری طرح ڈھکی ہوئی یہ پہاڑی خوبصورت نظر آرہی تھی ۔

ماسکو ندی کے اُس پار کھیل اسٹیڈیم ہے جہاں ۱۹۸۰ء کے اولمپک کا افتتاح اور اختتام ہوا۔ پہاڑی پر بینچوں پر بیٹھے لوگ پڑھ رہے تھے ۔ کوئی ٹہل رہا ہے، کوئی دوڑ رہا ہے تو کوئی پکنک منا رہے ہیں ۔ ندی میں بوڑھے، جوان، بچے پانی کے جہاز سے یا لانچ سے آجا رہے ہیں ۔ مجھے لینن پہاڑی بہت حسین لگی ۔

اس کے بعد تمام نظاروں کو دیکھتے ہوئے ہم لوگ گھر واپس آئے ۔ آتے وقت بس اسٹاپوں پر بھیڑ تو دیکھی بس، ٹرالی، بس اتنی جلدی جلدی آرہی تھیں جیسے وہ بھیڑ لگانا پسند ہی نہیں کرتی ہیں ۔ اور وہ بھیڑ کو فوراً اٹھا کر چلی جاتی تھیں ۔ آمد و رفت کا کیسا اچھا طریقہ ہے ۔ ٹریفک کے قواعد کو ماننا سب اپنا فرض سمجھتے ہیں کہیں ٹرافک جام ہوتا دکھائی نہیں دیتا ۔ گاڑیاں اپنی اپنی لائن میں بے روک ٹوک چلی جا رہی ہیں ۔ اگر کوئی غلطی بھی کر دے تو دوسرا ابہت نرمی سے اسے سدھار دیتا ہے ۔ یہ سب دیکھتے ہوئے میں گھر آیا ۔

آج شام کے دو بجے کے بعد بچوں اور بہو کے ساتھ میں دوکانوں پر گھومتا رہا ۔ دفتر میں چھٹی ہو چکی تھی ۔ دفاتر دس تاریخ تک بند تھے ۔ اس لئے دوکانوں میں چیزیں لینے کے لئے لوگ قطار باندھے کھڑے تھے، اور اپنا سامان لیتے ہوئے بیگ میں بھر، اٹھا کر چلتے بنتے تھے ۔ ان سب دوکانوں میں ہم ہندستانیوں کو دیکھ کر لوگوں کے منہ پر مسکراہٹ آجاتی تھی ۔ دوکان میں کام کرنے والی عورتیں میری بہو کی ہندستانی ساڑی دیکھ کر اسے بلالیتیں اور کہتیں کہ آپ سامان لے لیں، آپ کو قطار میں کھڑا نہیں ہونا پڑے گا ۔ میری بہو ان کو بتاتی کہ ہمارے پتاجی آئے ہیں، انہیں دکھانے لائی ہوں، سامان نہیں لینا ہے ۔

اسی طرح کئی دوکانوں پر گھومتے ہوئے ہم ایک بڑے بازار میں گئے جو صحیح معنوں میں ایک کھلا بازار ہے ۔ یہاں گاؤں کے لوگ سبزی ترکاری، کتائی، بنائی، دستکاری کی چیزیں لاکر بیچتے ہیں، جنہیں سرکاری دوکانوں کے مقررہ در سے کم زیادہ دام پر بیچنے کا اختیار ہے ۔ اس بکری سے ہونے والا منافع ان کا اپنا ہوتا ہے ۔ ہاں، انہیں دوکانوں کا کچھ معمولی سا مقررہ کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے ۔ یہاں کے لوگوں کی آمدنی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے اور جب یہ بازار آتے ہیں تو کافی کافی سامان خرید کر لے جاتے ہیں ۔ خوب کھاتے پیتے ہیں، خوب کام کرتے ہیں اور خوب صحت مند رہتے ہیں ۔

یہ سب دیکھتے اور گھومتے ہوئے ہم گھر واپس آرہے تھے کہ میں نے سڑک پر دیکھا کہ ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاص طرح کی آواز کرتی ہوئی ایک گاڑی تیزی سے جا رہی ہے، اس کے پیچھے دو بسیں تھیں جو بچوں سے بھری ہوئی تھیں۔ یہ نظارہ ویسا ہی تھا جیسا ہمارے دیش میں کبھی کبھی اس وقت دیکھنے کو ملتا ہے جب حفاظتی پولیس کی گاڑیاں صدر یا وزیر اعظم کی گاڑی کے آگے آگے چلتی ہیں۔ مگر یہاں تو بچوں کی بس تھی۔ ہمارے بچوں نے بتایا کہ یہ بچے چھٹیاں منانے باہر جا رہے ہیں اور ملیشیا (پولیس) ٹرافک کو صاف کرتی ہوئی انہیں لے جا رہی ہے۔ یہاں بچوں پر سب سے زیادہ دھیان دیا جاتا ہے، بچوں کو سہولت پہونچانا یہاں بہت بڑا کام سمجھا جاتا ہے۔ بچوں کی عزت ایک قومی لیڈر کی طرح ہوتی ہے۔

میں جس جگہ پر رہتا ہوں وہ سینٹرل ماسکو سے تھوڑی دور ہے، جیسے دلی کا ساوتھ ایکسٹینشن یا صفدر جنگ انکلیو۔ خروشچیف کے زمانے میں اس علاقے کو ترقی دی جانے لگی تھی۔ اور آج پانچ منزل سے بیس منزل تک کی عمارتوں کی قطاریں، ان کے بیچ میں ہرے بھرے پارکوں، اسکولوں، اسپتالوں، دوکانوں اور بازاروں سے بھرا ہوا یہ شہر بہت ہی خوبصورت لگ رہا ہے۔ یہاں پانچ منزلہ عمارتیں لوگوں کو رہائش کے لئے جلد جگہ فراہم کرنے کی وجہ سے خروشچیف کے زمانے میں بنی تھیں جس میں لفٹ نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد نو سے بیس منزلہ تک کی عمارتیں بنی جو ہر جدید آرام کی چیز سے لیس ہیں۔ اب تو ہر عمارت میں دو لفٹیں ہیں۔ یہ آسانی پانچ منزلہ عمارتوں میں نہیں ہے جس کی وجہ سے ان عمارتوں میں رہنے والے لوگ خروشچیف کے نام پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں حالانکہ جب انہیں یہ مکانات ملے تھے تب تو وہ بہت خوش تھے۔

اس علاقے کو میں نے بہت اچھی طرح گھوم پھر کر دیکھا ہے۔ آج میں بچوں کے ساتھ دو کلومیٹر لمبا پارک دیکھنے کو نکلا۔ یہ پارک جس جگہ ہمارا مکان ہے اسی عمارت کے پاس سے شروع ہوتا ہے۔ پارک بہت خوبصورت ہے۔ اس پارک میں سیب کے پیڑ اور دوسرے بہت سے طرح طرح کے پیڑ ہیں۔ خوبصورت ہری ہری نرم گھاس سے پارک بھرا ہوا ہے۔ جگہ جگہ لمبی لمبی بینچیں پڑی ہوئی ہیں جن پر زیادہ تر بزرگ عورتیں اور مرد بیٹھے نظر آرہے تھے کیونکہ اتوار کی چھٹی تھی اس لئے بہت لوگ اپنے بچوں کو گاڑیوں میں لے کر یہاں ٹہلانے لائے تھے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر آہستہ سے مسکراتے تھے گویا ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔

گھومتے گھومتے میں نئی بنی ہوئی عمارتوں کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اتنی بڑی عمارت بنانے کے لئے صرف دس پندرہ آدمی تھے۔ دو تین آدمی گھر کا بنا ہوا ڈھانچہ ٹرنک پر لانے کے لئے، دو تین آدمی کرین سے اوپر لے جانے کے لئے اور تین چار آدمی اس کی جڑائی کرنے کے لئے۔ بس اتنے سے آدمی اتنی تیزی سے بیس منزلہ عمارت کو بنا ڈالتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ممکن ہے کیونکہ ہاتھوں کی بجائے زیادہ تر کام مشینوں سے لیا جاتا ہے۔ وہاں کا مزدور اپنے ہنر اور کام کی اہمیت سمجھتا ہے اور اپنے ملک کی ترقی کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اس دن اسی طرح گھوم پھر کر لوٹ آیا۔ یہ سب میں اتنی آسانی سے نہ سمجھ پاتا نہ دیکھ پاتا اگر میرا بڑا پوتا ارون میرے ساتھ نہ ہوتا۔ وہ روسی خوب بولتا اور سمجھتا ہے اور پچھلے دو سال میں یہاں رہتے ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ اس علاقے کے بہت سے بچوں اور بڑوں کو جان گیا ہے۔

گھر پڑوس

جس بارہ منزلہ عمارت میں میرا بیٹا رہتا ہے۔ وہاں ایک مزدور پوری عمارت میں کام کرنے کے لئے ہے، دوسرا صبح کوڑا پھینکنے والا ہے۔ اور تیسری ایک عورت ہے جو شام کو کوڑا اکٹھا کرتی ہے۔ وہ مزدور عمارت میں نل، دروازوں کے تالے اور بجلی وغیرہ کا ٹھیک ٹھاک کرنے کا کام کرتا ہے۔ ان لوگوں کو بس خبر دینا ہوتی ہے کہ فوراً آجاتے ہیں۔ ہمارے گھر کی اگر رپورٹ جائے تو جلد ہی آجاتا ہے کیونکہ ہم لوگ ہندستانی ہیں اور ہندستانیوں سے روسی لوگ بہت پیار کرتے ہیں۔ دن میں جب وہ اپنی وردی پہن کر کام کرتا ہوتا ہے تو واقعی ایک مزدور ہی لگتا ہے لیکن جب شام کو وہ اپنی وردی اتار کر دوسرے کپڑے پہن لیتا ہے تو اس کو ایک معمولی مزدور سمجھنا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔ اس وقت وہ عام روسیوں جیسا ٹھاٹ باٹ والا آدمی لگتا ہے۔ یہی ایک مزدور بارہ منزلہ عمارت کے ۱۹۲ فلیٹوں کا کام کرتا ہے۔

اسی طرح ان فلیٹوں کا سارا کوڑا ایک ہی آدمی لے جاکر کوڑے دان میں ڈالتا ہے۔ یہ کوڑے دان عمارت کے پاس ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑے سائز کا ڈھکن دار ٹب کی طرح ہوتا ہے۔ یہ عمارت کے بیچ ہی ایسی جگہ بنا ہوتا ہے کہ سب فلیٹوں سے کوڑا اس میں آجائے۔ یہ کوڑا دان دراصل ایک بند کمرے نما ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر ٹب رکھے ہوتے ہیں۔ شام کی ڈیوٹی والی عورت جب آتی ہے تو کوڑا جو ادھر اُدھر ٹبوں سے گر گیا ہے اس کو بیلچے سے اٹھا کر ٹبوں میں ڈال دیتی ہے۔ پھر صبح ایک کرین گاڑی آتی ہے جس کو صرف ایک ڈرائیور ہی چلاتا ہے اور وہ کرین کے ذریعے ان ٹبوں کو اٹھا لے جاتا ہے۔ اس لئے اٹھانے یا ٹوڑنے کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہیں چاہئے بس یہی آدمی آسانی سے سارا کام بنٹا لیتا ہے۔

یہاں پر ٹرک پر کام کرنے والے کو کوئی قلی نہیں کہتا۔ ٹرک پر کتنا ہی سامان کیوں نہ ہو... بڑے بڑے لوہے کے فلیٹوں کے ڈھانچے ہوں یا مٹی، اینٹ، سیمنٹ، ان گاڑیوں پر ڈرائیور کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہوتا۔ ڈرائیور ہی کرین سے اٹھا کر جہاں رکھنا چاہتا ہے وہاں رکھ دیتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح سے انتظام کیا گیا ہے کہ زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہی نہ پڑے اور کام مشینوں سے آسانی سے ہوتا چلا جائے۔ یہ خرچ کم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ کام زیادہ ہو اور انسانی طاقت کم لگے۔ مگر یہاں پر بے کاری کا بھی کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ یہاں پر تو کام زیادہ اور انسان کم ہیں۔

اس عمارت میں کام کرنے والے ایک مزدور اور کوڑا پھینکنے والوں کو بھی اسی عمارت کے فلیٹوں میں سے ایک ایک فلیٹ ملا ہے۔ یعنی بابو کہئے، افسر کہئے یا مزدور کہئے سب ہی کے لئے اس عمارت میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک ہی طرح کے فلیٹ ہیں ۔ میں اس مزدور اور کوڑا پھینکنے والی عورت کا فلیٹ دیکھنے کے لئے گیا۔ خوب سجا سجایا گھر ہے ۔ ان کا گھر دیکھنے کے بعد یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک مزدور کا گھر ہے ۔ کیونکہ مزدور کو ان بابو جیسے لوگوں سے زیادہ ہی ملتا ہے اور اپنے گھروں کو سجانے کا سبھی کو شوق ہے ۔ یہاں بابو، افسر، یا مزدور کہکر کوئی بات نہیں کرتا ہے ۔

یہاں پر کوئی جمعدار ہو، مستری ہو، مالی ہو، بابو ہو، ڈاکٹر ہو، وکیل ہو یا افسر ہو، ایک شہری ہونے کے ناتے ہر ایک مکان لینے کا حقدار ہے ۔ سب ایک ہی طرح کے مکان اور آسانیاں حاصل کر سکتے ہیں ۔ یہاں انسان کو اس کے کام کے لحاظ سے چھوٹا بڑا نہیں کہا جاتا ۔ سوویت قانون کے لحاظ سے سب ہی کو ایک طرح کی آسانیاں اور برابری ملتی ہے ۔ بلکہ آفس میں کام کرنے والے سے زیادہ مزدوروں کو اجرت ملتی ہے ۔ تکنیکی کام کرنے والے مستری وغیرہ کو ڈاکٹر، وکیل سے بھی زیادہ اجرت ملتی ہے ۔ بلکہ آفس میں کام کرنے والے بابو یہ تمنا کرتے ہیں کہ وہ بھی ہنرمند مزدور بن جائیں تاکہ ان کی بھی اجرت زیادہ ہو جائے ۔

میرے بیٹے کے فلیٹ کے برابر دوسرے فلیٹ میں ایک لڑکی رہتی ہے جس کی دوستی میری بہو راج سے ہے ۔ اس نے ایک دن راج سے کہا تھا کہ میں افسر کے بجائے مزدور بننا چاہتی ہوں تاکہ مجھے اجرت زیادہ ملے ۔ یہ لڑکی اور اس کی بہن دونوں ایک ساتھ ہی یہاں رہتی ہیں ۔ ان لوگوں کی دوستی ددن جی کی بیوی راج سے خوب ہے ۔ جب ددن جی کا خاندان یہاں آیا تھا تو ان دونوں بہنوں نے ان لوگوں کی بہت مدد کی تھی ۔

ڈائمنڈ میوزیم

دن کے گیارہ بجے میں اپنے بیٹے ددن جی کے ساتھ کریملن کے ہیرے، سونے، جواہرات کا میوزیم دیکھنے کے لئے چل پڑا ۔ کریملن کے اندر جانے کے لئے ایک بجے کا وقت طے تھا ۔ اس لئے ہم لوگ ماسکو کی سڑکوں پر دوکانوں وغیرہ میں گھومنے لگے ۔ میٹرو سے ہو کر ہم کریملن کے سامنے والے چوراہے پر باہر آئے ۔ یہ بڑا سا چوراہا ہے اسی چوراہے سے کریملن کے لال چوک کو جاتے ہیں ۔ ہم دونوں آگے بڑھنے لگے ۔

اس راستے پر بہت چہل پہل رہتی ہے ۔ دونوں فٹ پاتھیں بھیڑ سے بھر رہتی ہیں ۔ فٹ پاتھوں پر جگہ جگہ پیڑوں کے نیچے لمبے لمبے بینچ لگے ہیں، جن پر راہ چلنے والے یا سامان خریدنے والے تھوڑا آرام کر لیتے ہیں ۔ اسی راستے پر وہ روٹی کی دوکان بھی دیکھی جہاں پر زار راجاؤں کے لئے روٹی تیار کی جاتی تھی کیونکہ یہاں کی روٹی سب سے عمدہ ہوتی ہے ۔ آج بھی یہ دوکان روٹی کی ہی ہے، اور یہاں کی روٹی آج بھی عمارہ ہوتی ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھ دور آگے زار بادشاہ کے زمانے کے پرانے سیٹھ کی بہت بڑی دوکان ہے ۔ جسے آج بھی دوکان ہی رکھا گیا ہے اور اس میں چھوٹی سے لے کر بڑی سے بڑی ہر چیز مل سکتی ہے ۔ تحفوں کی دوکان، غیر ملکی کتابوں کی دوکان، سوشلسٹ ملکوں کی کتابوں کی دوکانیں غرض کہ طرح طرح کی دوکانوں میں اندر جاجاکر دیکھتے ہوئے ہم دونوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں اخبار کی عمارت ہے ۔ اس عمارت کو بالکل جیسے کہ تیسے نیچے سے اٹھاکر ٹھیک اسی جگہ پر گھماکر رکھ دیا گیا ہے یہ ہم لوگوں کے لئے ایک ناممکن سی بات ہے مگر روس کے لئے ایک چھوٹی سی بات۔

اس لمبے چوڑے، بغیر بھیڑ بھڑکے والے راستے پر ایک بھی تو لنگڑا لولا، بچہ، عورت یا مرد کسی بھی طرح سے بھیک مانگتا ہوا نہیں ملا۔ کسی بھی دوکان میں کسی بھی طرح کی چیزوں کی کمی دیکھنے میں نہیں آئی۔ لوگ بے حد مصروفیت کے عالم میں ایک دوکان سے چیزیں خرید، جھولوں میں رکھ دوسری دوکان میں گھس جاتے تھے ۔ ان دوکانوں میں نہ چیزوں کی کمی دیکھی نہ خریدنے والوں کی کمی دیکھی ۔ یہ سب دیکھ کر مجھے ان لوگوں پر جھلاہٹ ہونے لگی جو نہ جانے کیا کیا غلط باتیں یہاں کے بارے میں اڑاتے ہیں۔ کہتے ہیں روس میں کچھ ملتا نہیں خریدنے والے مایوس لوٹتے ہیں ۔ حالانکہ اس کے بالکل برعکس میں نے دیکھا ۔

ڈائمنڈ میوزیم جانے کا وقت ہو گیا تھا اس لئے ہم ٹورسٹ کوچ میں آگئے ۔ یہاں ہی سے ہمیں ایک لڑکی جو ہماری ترجمان تھی لے کر میوزیم کو چل دی ۔ چوراہے کے نیچے کے راستے سے ہو کر کریملین کے ڈائمنڈ والے حصہ کی طرف چلتے ہوئے ہم بڑے گیٹ کے پاس ہی اندر اترے جہاں سے ایک اور روسی لڑکی ہمیں اندر لے گئی اور ہیرے جواہرات کے بارے میں بتاتی گئی ۔ وہاں پر صرف بادشاہوں اور ان کی رانیوں کے تاج اور ہیرے جواہرات جڑے کپڑے رکھے ہیں ۔ وہ اتنے قیمتی ہیں کہ اسی سے صرف روس کا ایک پانچ سالہ منصوبہ پورا کیا جا سکتا ہے ۔ جہاں پر ہیرے وغیرہ رکھے ہیں وہاں پر بجلی کی روشنی نہ ہونے کے باوجود ساری جگہ جگمگاتی رہتی ہے ۔

بادشاہوں کے ہیرے جواہرات کے علاوہ آج کل روس کی کانوں سے نکالے جا رہے قیمتی ہیروں کے نمونے بھی وہاں رکھے ہوئے ہیں جو آج کے سائنسی دور میں مشینری بنانے میں بہت مدد دے رہے ہیں ۔ کانوں سے نکلا طرح طرح کے ہیروں کا ایک ایک بڑا نمونہ بھی رکھا ہے ۔ یہاں پر سونے کا ایک بڑا نمونہ ہے جو ۳۶ کلو کا ہے ۔ بادشاہوں اور ان کی بیگموں کے تاجوں میں جڑے ہیروں سے لے کر پرانے سب ہی ہیرے باہر کے ملکوں سے منگائے تھے کیونکہ تب روس میں یہ ملتے ہی نہیں تھے ۔ پہلی بار ۱۹۴۴ء میں یورال میں کچھ ہیرے ملے تھے اور جب سے یعنی دوسری عالمی جنگ کے بعد روس میں جگہ جگہ کھدائی ہوئی جس میں قیمتی ہیرے نکلے اور یہ ہیرے زار کی تاج میں لگے ہیروں سے بھی زیادہ قیمتی ہیں ۔

یہ سب دیکھنے کے بعد وہاں ایک لینن کی تصویر کے ساتھ کچھ لکھا ہوا ایک دیوار پر لٹکا ہوا دیکھ کر میں نے اپنی ترجمان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ اس نے پڑھ کر بتایا کہ ۱۹۲۲ء میں بادشاہوں اور ان کی بیگموں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے بند صندوقوں کو لینن نے اپنے سامنے کھلوایا تھا اور انہیں دیکھ کر ان پر نمبر لکھوائے تھے اور اسی وقت ایک فرمان نکلوایا تھا کہ سونا، چاندی، ہیرا جو بھی جس کے پاس ہے وہ سب ملک کی امانت ہے اس لئے اس کو حکومت کے پاس جمع کر دیا جائے۔

یہ سب دیکھ کر ہم لوگ باہر آئے اور شہیدوں کی یاد میں جو امر جوتی ہے اس کو بھی دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں شادی کرنے والے جوڑے شادی کے کپڑوں میں آکر یہاں پر پھول چڑھاتے ہیں اور تصویریں کھنچواتے ہیں۔ میں نے پانچ سات منٹ کے اندر اندر ہی ایسے چار جوڑے دیکھے۔ مطلب یہ کہ ان کے دل میں اپنے شہیدوں کے لئے بے انتہا عقیدت ہے اور یہ ایک روایت کی طرح خود بخود لوگوں کی زندگی کا اٹوٹ حصہ بن گئی ہے، جو جہاں ہے وہ وہیں شادی کے فوراً بعد نزدیک کے شہیدوں کی یادگار پر عقیدت کے پھول چڑھانے جاتا ہے۔

ہم کریملن کے لال چوک پر بھی گئے اور اس تاریخی جگہ کو ایک نظر دیکھا۔ سوچا کہ میں جس دن لینن کو دیکھنے آؤں گا اسی دن اسے جی بھر کر دیکھوں گا۔

لال چوک: لینن کی زیارت

روسی زبان میں لال لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پہلا رنگ کے لئے، دوسرا خوبصورت کے لئے، اور دونوں معنی کریملن کے لال چوک کے لئے مستعمل ہیں۔ لال چوک اصل میں آنے جانے کا ایک بہت لمبا چوڑا راستہ ہے۔ اس کے ایک طرف لال اینٹوں کی بنی ہوئی دیوار ہے، جس کے تھوڑی تھوڑی دور پر برج اور پھاٹک ہیں۔ سب سے اونچے برجوں پر زار شہنشاہ کے بادشاہی نشان کی جگہ اب، انقلاب کے بعد سے، پانچ کونے کے لال ستارے جگمگا رہے ہیں۔

چوک کے دوسرے کونے پر عالم میں مشہور سنت وسیل کے گرجا گھر کے سامنے داخلے کے خاص دروازے پر اسپارسکی برج ہے جو آج کل صرف بڑے بڑے عہدیداروں اور بدیسی سرکاری عہدیداروں کے لئے ہی استعمال میں آتا ہے۔ سنت وسیل کا گرجا گھر روسی طرز تعمیر کی انوکھی مثالوں میں سے ایک ہے۔ اس کے طرح طرح کے کئی بلند خوبصورت گنبد ہیں۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ زار ایوان نے انہیں تعمیر کرانے کا حکم دیا تھا۔ جب یہ بن کر تیار ہو گیا تو اس کی بے مثل خوبصورتی کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اس نے مہتمم تعمیرات سے پوچھا کہ کیا وہ اس سے بھی خوبصورت عمارت بنا سکتا ہے؟ اس نے یہ سنتے ہی کہا — جی ہاں۔ یہ سنتے ہی زار شہنشاہ نے حکم دیا کہ اسے اندھا کر دیا جائے۔ اُسے اندھا کر دیا گیا۔

گرجا گھر کے پاس ہی دو یادگاریں ہیں۔ یہ یادگاریں اُن شہیدوں کی ہیں جو سترھویں صدی میں روس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی آزادی کے لئے لڑے تھے ۔ یہ یادگاریں پہلے چوک کے بیچ میں تھیں لیکن جلوس کے نکلنے میں دقت پیدا ہوتی تھی اس لئے ان کی جگہ تبدیل کر دی گئی ۔

کریملن کی دوسری طرف سابقہ سینیٹ کی عمارت ہے جس میں آج کل انتظامیہ کا دفتر ہے ۔ اس کے پیچھے عالی شان گرجے ہیں ۔ کریملن میں داخل ہو کر "کانگریس ایوان" کی سنگ مرمر کی عالی شان عمارت کے پاس سے نکلنا پڑتا ہے ۔ یہاں سادے سفید رنگ کی گنبد والی ایک پرانی عمارت ہے ۔ پہلے یہ لکڑی کی بنی ہوئی تھی ۔ تاتاریوں کے حملے میں یہ جل کر راکھ ہو گئی تھی ۔ بعد میں اسے اینٹوں سے بنایا گیا تھا جس شکل میں وہ آج کل موجود ہے ۔ اسے دوسری بار نپولین کے حملے کا شکار ہونا پڑا تھا کیونکہ زار اپنی فوج کریملن میں رکھتا تھا ۔

کریملن میں دوران انقلاب بھی لڑائی ہوئی تھی ۔ اس وقت مزدوروں اور لال گارڈوں نے زار شاہی کی فوج کو مار بھگایا تھا اور اس پر قبضہ کر کے عظیم لینن کی قیادت میں مزدوروں اور کسانوں کا لال جھنڈا کریملن پر لہرایا تھا ۔

جب نازی فوج نے ماسکو کو گھیر رکھا تھا تو ١٩٤١ء کے نومبر میں انقلاب کی سالگرہ کے موقع پر لال چوک میں پریڈ کرتی ہوئی لال فوج یہیں سے سیدھے نازی فوج سے ٹکرانے اور اسے پسپا کرنے کے لئے محاذ جنگ پر چلی گئی تھی ۔

نازیوں کو سوویت کی سرزمین سے بھگا کر برلن پر لال جھنڈا لہرا کر اور حب الوطنی کی جنگ جیت کر واپسی پر ١٩٤٥ء میں اسی لال چوک میں لال فوج کی زبردست پریڈ ہوئی تھی جس میں سیدھے جنگ سے واپس سوویت کے بہادر جوانوں اور ٹینکوں نے حصہ لیا تھا ۔ نازیوں کے سرنگوں جھنڈوں کو لال فوج ساتھ ہیں لائی تھی ۔ وہ یہیں پر پھینکے گئے تھے ۔ اس فتح کے بعد سے لگاتار نومبر انقلاب کے دن اس لال چوک میں پریڈ ہوتی چلی آرہی ہے ۔

اسی لال چوک کے بیچ میں کریملن کی دیوار کے پاس عظیم لینن کا مقبرہ ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ ماہر تعمیرات الکزئی رچوروف نے اس کا ایک رات میں ڈیزائن تیار کر لیا تھا اور لکڑی کا عارضی ڈھانچہ ڈھائی دن میں تیار کر دیا گیا تھا ۔ بعد میں اسی ڈیزائن کے مطابق لال گرینائٹ سے پھر اس کی تعمیر کی گئی ۔ یہ مقبرہ کریملن کے ساتھ اچھی طرح مطابقت رکھتا ہے ۔ مقبرے پر دو سنتری دن رات دروازے کے دونوں طرف بغیر ہلے ڈلے کھڑے رہتے ہیں ۔ دروازہ تھوڑا سا ادھ کھلا رہتا ہے ۔

صبح ہی لوگ داخلے کے دروازے پر قطاروں میں کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ قطار جلد ہی الیکسا دروسکی باغ تک پہنچ جاتی ہے ۔ سوویت یونین کے ہر کونے سے اور بدیسوں سے لوگ یہاں آتے ہیں ۔ مقبرے کے پیچھے سوویت یونین کی اعلیٰ ترین شخصیتوں کا قبرستان ہے ۔ یہاں پر اسٹالن ، کالینین ، سرویدلوف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وغیرہ قائدین کے بھی مجسمے ہیں۔

کریملن کے ساتھ ساتھ خلائی ہواباز یوری گاگرین، جرمنی کی کلورا زیتکن، جاپان کے سین کاتایاما اور امریکی جان ریڈ، جنہوں نے انقلاب کے دوران اپنی مشہور کتاب 'دس دن ــ جنہوں نے دنیا ہلادی'، لکھی تھی، وغیرہ کی راکھ سے بھرے کلش رکھے ہوئے ہیں۔ اسی لال چوک پر ۱۹۲۴ء سے آج تک روز ہی لوگوں کی قطاریں عظیم لینن کو دیکھنے کے لئے لگتی چلی آ رہی ہیں۔ اُس دن میں بھی اپنے بیٹے، بہو اور دونوں پوتوں کے ساتھ قطار میں صبح ہی جاکر کھڑا ہوگیا۔ جیسے جیسے قطار آگے بڑھتی گئی ویسے ویسے عظیم لینن کو دیکھنے کی میری خواہش بڑھتی گئی۔ لوگ ایک دم خاموشی کے ساتھ مقبرے کی طرف دھیان لگائے ہوئے دو دو کی قطار میں چل رہے تھے۔ آخر میں مقبرے کے داخلے کے دروازے کے اندر ہم داخل ہوئے اور اُس جگہ پر جہاں لینن ابدی نیند سوئے ہیں پہونچ کر عظیم لینن کو دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ عظیم لینن کو دیکھنے کی میری دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔ مقبرے کے باہر اسٹالن کالینن وغیرہ کے مقبروں کو دیکھتے ہوئے لال چوک سے ہو کر ہم باہر آ گئے۔

ماسکو

ماسکو کا شہر لمبے چوڑے وسیع علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی ۸۰ لاکھ ہے۔ اس کی کشش کا خاص مرکز کریملن ہے جہاں بدیسیوں سے آئے ہوئے اور سوویت یونین کے کونے کونے سے آنے والے لوگوں کی بھیڑ روز ہی صبح سے شام تک لگی رہتی ہے۔ صبح ہی کریملن کے الگزاندروسکی باغ سے لے کر لینن کے مقبرے تک دو رویا قطار میں لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لینن کو دیکھنے کے لئے یہ قطار ایک بجے تک لگاتار چلتی رہتی ہے۔ کریملن میں سونے، ہیرے، جواہرات معہ اسلحہ جات کے میوزیم، گرجے، لینن میوزیم، شہیدوں کی امر جوتی کو دیکھنے کے لئے آنے والوں کا تانتا صبح سے شام تک بندھا رہتا ہے۔ ماسکو کے باہر سے ہر روز آنے والوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہوتی ہے۔

کریملن کے ایک طرف ماسکو واندی ہے تو دوسری طرف سامنے ہلالی شکل کا 'اکتوبر انقلاب' کی نصف صدی، چوک ہے۔ اسی کے ساتھ لگا ہوا مارکس پر دستویکت ہے۔ چوک کے ایک طرف ایک عمارت ہے جہاں پہلے اونچے طبقوں کا کلب ہوا کرتا تھا۔ یہاں سے کچھ ہی دوری پر بولشوئی تھیٹر کی عالیشان عمارت ہے جس کے ستون کانسے کے چار گھوڑوں اور ایک سوار کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ ۱۸۲۵ء میں پرانے تھیٹر کی جگہ تعمیر شدہ موجودہ عمارت انیسویں صدی کے نصف میں نذر آتش ہوگئی تھی۔ اس کے بعد اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ بولشوئی تھیٹر آج دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کے سامنے ایک فوارہ ہے۔ تھیٹر کے سامنے مارکس کا ایک بہت ہی بلند مجسمہ کھڑا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مارکس پروسپیکٹ سے گورکی پروسپیکٹ شروع ہوتا ہے۔ شروع میں ہی انٹورسٹ ہوٹل ہے۔ اس سے کچھ دور آگے جانے پر ایک عالیشان عمارت ہے جس کی بنیاد لال گرینائٹ پتھر کی ہے۔ یہ وہی پتھر ہے جسے ہٹلر نے فن لینڈ سے منگایا تھا تاکہ ماسکو کو فتح کر کے وہ اسی پتھر سے فتح کی یادگار تعمیر کرائے۔ یہ پتھر آج ان عمارتوں کی زینت بڑھا رہے ہیں۔ اس عمارت کے بعد ہی ماسکو سوویت کی عمارت ہے۔

اسی کے دوسری طرف ۱۱۴۷ء میں اس ماسکو شہر کی بنیاد رکھنے والے بزرگ کی گھوڑے پر سوار کانسے کا ایک بلند مجسمہ ہے جسے شہر کی شہت صدی سالگرہ کے موقع پر ۱۹۴۷ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ شہر میں سڑکوں، چوراہوں، پارکوں پر جگہ جگہ مارکس، اینگلس، لینن تالستائے، پشکن، گورکی وغیرہ جیسے عظیم انقلابیوں، قایدین مصنفوں کے مجسمے بنے ہوئے ہیں۔

لینن پہاڑی اور گورکی پارک بہت ہی خوبصورت جگہیں ہیں۔ گورکی پارک میں بچوں، مردوں اور عورتوں کا مجمع لگا رہتا ہے۔ گورکی پارک میں دل بہلانے کے لئے طرح طرح کے جھولے، چرخ، اسپوتنک چرخ اور چھوٹے بڑے کھیلوں کے گرد لوگ اکٹھا رہتے ہیں۔ پارک میں ایک تالاب اور چھوٹی سی نہر بھی ہے جس میں چھوٹی چھوٹی ناؤ پر بچے، مرد، عورت بیٹھ کر نہر میں گھومتے ہیں۔ سب سے دلکش ایک سرکس ہے جس میں کافی بھیڑ ہوتی ہے۔ میں بھی اپنے بچوں کے ساتھ سرکس دیکھنے گیا۔ اس پارک کی ایک اہمیت یہ ہے کہ جرمن نازیوں کے خلاف جنگ میں لڑنے والے ساتھی ۹ مئی کے یوم فتح پر یہاں آکر ملتے ہیں اور یادِ رفتہ کو تازہ کرتے ہیں۔

ماسکو شہر میں نو خاص اسٹیشن ہیں۔ ان اسٹیشنوں سے سوویت یونین کے دور دور کے شہروں کو لے جانے والی گاڑیاں چلتی ہیں۔ الگ الگ نو اسٹیشن ہونے کی وجہ سے بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی۔ مسافر بڑے آرام سے گاڑیوں میں چڑھتے اترتے ہیں۔ ان سبھی اسٹیشنوں کے پاس زمین دوز ریلوں کے اسٹیشن ہیں جہاں سے لوگ بڑی آسانی سے اپنے گھروں کو پہنچ جاتے ہیں۔ شہر کے باہر آس پاس پانچ ہوائی اڈے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتوں، لائبریریوں، کالجوں، اسپتالوں، ہوٹلوں کا شہر بھر میں جال بچھا ہوا ہے۔ شہر صاف ستھرا، ہرا بھرا ہے۔ پرانے شہر کے باہر آٹھ علاقوں میں ماسکو ماسٹر پلان کے تحت دس سے بیس منزلہ عمارتیں بن چکی ہیں کچھ بن رہی ہیں۔ زمین دوز ریلوں کو بھی ان علاقوں تک بڑھایا جا رہا ہے۔ پرانے شہر کی طرح ہی ان علاقوں میں بھی تہذیبی محل، تھیٹر، سنیما، اسپتال، اسکول، کالج اور کھیل کود کے میدان وغیرہ بنتے جا رہے ہیں۔ ماسکو میں تھیٹر اور تہذیبی محلوں کی بھرمار ہونے کے باوجود ٹکٹ ملنا آسان نہیں ہے کیونکہ روسی لوگ ان چیزوں کے بہت شیدائی ہوتے ہیں۔ کوئی پروگرام چھوڑنا ہی نہیں چاہتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شہر میں کھیل کود کے میدان کی بھرمار ہے۔ اور سب ہی کو معلوم ہے کہ سوویت یونین لگاتار اولمپک کی دنیا میں پہلے نمبر پر آرہا ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سوویت یونین میں کھیلوں پر بہت دھیان دیا جاتا ہے۔ کھیل کود کے سامان وغیرہ سے لے کر کھیل کے میدانوں تک کی بھرپور آسانیاں حاصل ہیں۔ ابھی ۱۹۸۰ء کے اولمپک کے سلسلے میں بہت سے نئے نئے کھیل کے میدانوں کی تعمیر پوری ہو چکی ہے۔ اولمپک میں باہر سے آنے والے پانچ لاکھ لوگوں کے لئے اولمپک گاؤں کی تعمیر مکمل ہوئی ہے۔ یہاں ایک کمرے میں تین تین آدمیوں کو رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے جبکہ دوسری جگہوں کے اولمپک کھیلوں میں ایک کمرے میں چھ چھ آدمی تک رکھے گئے تھے۔ ان جگہوں کو میں نے خوب گھوم پھر کر دیکھا۔ ڈینامو اسٹیڈیم اور لینن اسٹیڈیم کی بھی نئے سرے سے مرمت کی گئی ہے۔ اسی لینن اسٹیڈیم میں اولمپک کا افتتاح اور اختتام ہوا۔

ماسکو یونیورسٹی بہت بڑے علاقے میں پھیلی ہوئی ہے اور کئی کئی منزلہ عمارتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے ۲۶،۵۰۰ کمرے ہیں یعنی اگر ہر روز ایک کمرے میں رہا جائے تو جا کر پورے ایک سو سال میں ان میں رہا جاسکتا ہے۔ یہاں کے طالب علم بے فکری سے اپنی پڑھائی کرتے ہیں کیونکہ ان کو غریبی، بے روزگاری، بڑھاپے وغیرہ کا ڈر نہیں ہے۔ یہ سماج وادی طرز زندگی کی ایک زبردست دین ہے۔ یہ یونیورسٹی یہاں کے نوجوانوں کو بہادری، ہمت اور حب الوطنی کی تعلیم دیتی ہے، اور یہ ان نوجوانوں کو برے کاموں میں نہیں بلکہ ملک کی تعمیر نو میں پورے زور شور سے لگاتے ہیں۔

ماسکو کے رہنے والے مرد، عورتیں نوجوان سبھی امن پسند ہیں۔ یہ دنیا کے کسی بھی ملک سے آئے لوگوں کو بہت پیار سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور دنیا کے کسی بھی حصے میں آزادی کی جدوجہد کے لئے ہمت کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں، روسی لوگوں نے عظیم لینن اور اس زمانے کے انقلابیوں، عالموں، وکیلوں، دانشوروں اور شریف لوگوں سے جو اچھائی فہم فراست اور انسانی عظمت کا احساس حاصل کیا ہے وہی ایک ایسی چیز ہے جس کے بل پر وہ ساری انسانیت کی آزادی اور خوشحالی کے لئے آگے بڑھ کر جدوجہد کرتے ہیں۔

ماسکوا ندی شہر کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی کریملن کے پاس سے گزرتی ہے اور سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی آہستہ خرام بہتی چلی جاتی ہے۔ اس میں تیز رفتار اسٹیمر 'راکٹا' سے لوگ سفر کرتے ہیں۔ اور دور دور تک شہر کے باہر پکنک وغیرہ کے لئے آیا جایا کرتے ہیں۔ یہ ندی والگا ندی سے نہر کے ذریعے جڑی ہونے کی وجہ سے مال بردار بجرے اور لمبے سفر کے مسافر بردار جہاز لوگوں کا مال لے جاتے اور لے آتے ہیں۔

اس شہر میں میں تین مہینے سے ہر جگہ آجا رہا ہوں۔ اتنی بڑی آبادی کا یہ شہر ہے اور پھر روز دس لاکھ لوگوں کا باہر سے آنا جانا ہوتے ہوئے بھی یہاں کے لوگوں کے لئے آنا جانا آرام دہ، سستا اور آسان ہے۔ زمین دوز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریل، بس، ٹرالی بس، ٹرام میں تین سے پانچ کوپیک میں شہر میں جہاں چاہتے وہاں جا سکتے ہیں ۔ یہ شہر بہت صاف ستھرا ہے ۔ گلی، چھوٹے بڑے راستے ، دوکانیں سب ہی بہت زیادہ صاف ستھری رہتی ہیں ۔ زمین دوز ریلوں کی صفائی بھی اپنی مثال آپ ہے ۔ وہاں کسی وقت بھی آپ کو کوڑا کرکٹ نہیں دیکھائی دے گا ۔ اس صفائی میں عوام کا بھی بہت بڑا حصہ ہے ۔ راستے پر لوگ کچھ نہیں پھینکتے ہیں یہاں تک کہ سگریٹ کے ٹکڑے بھی لوگ کوڑے دان میں ڈالتے ہیں ۔

ماسکو شہر پرانا ہونے کی وجہ سے اس میں بہت سے چھوٹے بڑے کارخانے بھی ہیں ۔ مشین اور اوزار بنانے والے کارخانے، موٹریں بنانے کا کارخانہ بھی ہے ۔ کام پر آتے جاتے لوگوں پر نگاہ ڈالنے سے سبھی اچھے لباس میں دیکھائی دیتے ہیں ۔ یہ نہیں پہچانا جا سکتا کہ کون انجنیر ہے، کون سپروائزر اور کون مزدور ہے ۔ کام پر رہتے ہوئے چاہے مزدور ہو یا دوکاندار یا عمارتی مزدور سب یونیفارم میں ہوتے ہیں ۔ یہاں تک کہ چاہے وہ عورتیں ہوں یا مرد ہوں ـــ سب ہی مزدور اپنے اپنے کام کو بڑی لگن اور محنت سے کرتے دیکھائی دیتے ہیں ۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کی محنت کسی دوسرے فرد کے منافع کے لئے نہیں ہے بلکہ اس محنت سے ان کے دیش اور خود ان کا ہی فائدہ ہے ۔ ان سبھی مزدوروں کی اپنی ٹریڈ یونین ہیں جو مزدوروں کے لئے آسانیاں پیدا کرتی ہیں اور ان کے آرام کا خیال رکھتی ہیں ۔ ان کے اپنے کھیل کود کے میدان، تہذیبی محل اور اسپتال ہیں ۔ مزدوروں کو ہڑتال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کو سب ہی طرح کی آسانیاں میسر ہیں ۔ ہڑتال کو تو یہ لوگ اپنے ہی حق میں نقصان دہ سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں خود مزدور ہی پیداوار کے ذرائع کے مالک ہیں ۔ جو پیدا کرتے ہیں وہ اپنے لئے ، اپنے خاندان کے لئے ، اپنے ملک کے لئے ہی کرتے ہیں ۔

یہاں پر روز نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں ۔ اور ہاتھ کے کام کی جگہ پر مشینوں سے کام لیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے کم وقت کم جسمانی محنت میں کام زیادہ ہو رہا ہے ۔ اس طرح ہر چیز کی پیداوار بھی زیادہ بڑھ رہی ہے اور مزدوروں کے کام کے گھنٹوں میں کمی ہو رہی ہے ۔ اس طرح مزدور کو ہفتے میں ساڑھے پانچ دن ہی کام کرنا ہوتا ہے ۔ مزدور اپنی چھٹی کے وقت میں عوامی ملیشیا میں کام کرتے ہیں ۔ یہ ہر ہفتے میں یا مہینے میں گھنٹہ ، دو گھنٹہ کام کر کے نظم وضبط قائم کرنے کی ذمہ داری میں عوام کے ذریعے زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش ہے ۔ اس طرح سے ملیشیا کی تعداد بھی کم رہتی ہے ۔

ماسکو شہر کے لوگ امن پسند ہیں ۔ یہاں کسی طرح کے جھگڑے ، چھینا جھپٹی ، عورتوں کو ستانا یا بیگ چھین کر بھاگ جانا جیسی باتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ شہر میں چھوٹے بڑے راستوں، گلیوں، پارکوں میں آدھی رات تک لوگ بے خطر اکیلے گھومتے پھرتے ہیں ۔

ماسکو کروڑوں لوگوں کے لئے امن کا ، ترقی کا ، انسانی دوستی کی علامت بن گیا ہے ۔ اس شہر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1517

کی عمارتوں کا ہر پتھر، نئی نسلوں میں حب الوطنی کو ان کے عظیم ماضی اور عالیشان وخوبصورت حال میں جذبہ فخر پوری طور سے بھر دیتا ہے۔ ماسکو شہر کو اور یہاں کی عام زندگی کو دیکھ کر میرا دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔

بچّوں کے بارے میں

اتنے دن ماسکو میں رہنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں سب سے زیادہ آسانیاں اگر کسی کو میسر ہیں تو وہ بچے ہیں۔ بچوں کی اہمیت قومی لیڈر سے بھی زیادہ ہے۔ مستقبل میں دیش کی باگ ڈور ان بچوں کو ہی سنبھالنی ہے اس لئے ان کی دیکھ ریکھ کی ساری ذمہ داری سرکار اپنے ذمہ لیتی ہے۔ وہاں عورت جب ماں بننے والی ہوتی ہے اسی وقت سے ڈاکٹر اس کی اور آنے والے بچے کی دیکھ ریکھ شروع کر دیتے ہیں۔ اور ڈاکٹر ماں اور آنے والے بچے کی صحت کی جانچ کرتے رہتے ہیں۔ بچے کی پیدائش پر زچہ کے لئے ساری سہولیات اسپتال سے ہی ملتی ہیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد بچے کو ڈاکٹر دیکھتے ہیں اس کی جانچ کرنے کے بعد ہی طے کیا جاتا ہے کہ بچے کو کیسے رکھا جائے۔ اسپتال سے گھر آنے کے بعد بھی ماں اور بچہ ڈاکٹر کی ہی دیکھ ریکھ میں رہتا ہے۔ ماں کی چھٹی پوری ہونے کے بعد وہ جب کام پر جاتی ہے تو پاس کے بچہ گھر میں یا جہاں وہ کام کرتی ہے وہاں کے بچہ گھر میں بچے کو رکھتی ہے۔ وہاں ڈاکٹروں سے لے کر کھلانے پلانے تک سب کچھ انتظام حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس طرح ماں باپ کے علاوہ سرکار بھی بچے کی پرورش کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

پھر بچہ کنڈر گارٹن میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے کنڈر گارٹن میں میرا پوتا امت بھی ایک سال تک رہا تھا۔ اور اب اس گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد ستمبر سے اسکول کی پہلی کلاس میں جائے گا۔ میں نے اس کنڈر گارٹن کو بھی دیکھا ہے جو ہمارے گھر کے پاس ہی ہے۔ بچے کو صبح آٹھ بجے گھر کا کوئی فرد وہاں پہنچا آتا ہے۔ بارہ بجے تک بچوں کی بیچ کھیلنے سے لے کر لفظوں کی پہچان، گانا، بولنا، چلنا وغیرہ سب ہی کچھ سکھاتی ہیں۔ یہاں میرا پوتا امت ایک ہندی بولنے والا ہوتے ہوئے بھی خوب روسی بولتا اور پڑھتا ہے۔ بچوں کو ہوائی جہاز، ٹینک کے الگ الگ حصے اور پرزے جوڑنا سکھایا جاتا ہے۔ بچہ ان پرزوں کو جوڑتا رہتا ہے اور اس کی سمجھ میں آہستہ آہستہ ان کی جانکاری بڑھتی جاتی ہے۔ بارہ بجے بچوں کو اسکول کی طرف سے کھانا دیا جاتا ہے۔ کھانے کے بعد تین بجے تک انہیں سلا دیا جاتا ہے۔ تین بجے اٹھنے پر بچوں کو طرح طرح کے کھیل کھلونوں سے لے کر چھوٹی چھوٹی کہانیاں سنا کر مصروف رکھا جاتا ہے۔ سب ہی کہانیاں دیش سے محبت اور دیش بھگتی کی ہوتی ہیں۔ ان کنڈر گارٹن میں بچوں میں بہت سمجھ آجاتی ہے۔ اور وقت سے سونے، کھانے اور رہنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بچے الفاظ کی پہچان گنتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وغیرہ سیکھ کر پہلی کلاس کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد دوسرے اسکولوں میں پہلی کلاس میں سات سال کی عمر میں لئے جاتے ہیں ۔ بچے تین سال کے ہونے پر کنڈر گارٹن میں جانے لگتے ہیں۔

پہلی کلاس سے لے کر دسویں کلاس تک بچہ ایک ہی اسکول میں پڑھتا ہے ۔ ایسے ہی ایک اسکول میں میرا پوتا ارون جو چوتھی کلاس میں ستمبر سے جائے گا ۔ اسی اسکول میں میرا چھوٹا پوتا امت بھی پہلی کلاس میں داخلہ لے گا ۔ یہ اسکول بھی ہمارے گھر کے قریب ہے کنڈر گارٹن اور دسویں تک کے اسکولوں کی بھرمار ہے ۔ کسی بھی بچے کو اپنے گھر سے دور اسکول جانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا ۔

پہلی کلاس سے لے کر چوتھی کلاس تک صرف دو ہی مضامین بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں ۔ ایک حساب دوسرا روسی زبان ۔ پانچویں کلاس سے سائنس اور دوسرے مضامین بچے پڑھنا شروع کرتے ہیں ۔ یہاں بھی بچوں کو کھانا ناشتہ دینے کے علاوہ کتاب، پنسل، قلم یا جو پڑھائی کے سلسلے کی ضروری چیزیں ہیں سب مفت دی جاتی ہیں ۔ بچوں کو کھیلوں میں بھی بہت بڑھاوا دیا جاتا ہے ۔ اور بچوں کو تعلیمی نظر سے اور مشاہدے کو بڑھانے کی خاطر مشینوں سے چیزوں کو جوڑنا بھی سکھایا جاتا ہے ۔ نقشوں کے ساتھ پلاسٹک کے پرزے بھی رہتے ہیں جن کو بچے خود ہی جوڑ کر بیٹری سے چلانے کے تجربے کرتے ہیں ۔ اس طرح ایسی تعلیم دی جاتی ہے کہ بچے آٹھویں کلاس تک اپنی پسند کی لائن چننے کے قابل ہو جاتے ہیں ۔ دسویں پاس کرنے کے بعد بچہ جس لائن کو چن لیتا ہے اس میں ہی ڈال دیا جاتا ہے ۔ ساتھ میں وہ اپنی پڑھائی بھی جاری رکھتا ہے ۔

جو بچے اسکول میں اچھے ہوتے ہیں انہیں پائنیر بنایا جاتا ہے بڑے کلاس میں جانے کے بعد وہ بچے کومسومول بنتے ہیں ۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں بچوں کو پر فضا مقامات پر پائنیر کیمپوں میں لے جایا جاتا ہے ۔ جب بچے بسوں میں بیٹھ کر پائنیر کیمپوں کے لئے روانہ ہوتے ہیں تو انہیں لے جانے کے لئے ملیشیا (پولیس) کی گاڑی آگے آگے ایک خاص طرح کا ہارن بجاتی ہوئی اور راستوں کو صاف کرتی ہوئی جاتی ہے اور بچوں کو جہاں تک جانا ہوتا ہے وہاں تک پہنچا آتی ہے ۔ کیمپوں میں ڈاکٹروں کا پورا ایک گروپ بھی رہتا ہے ۔ کیمپ کی آرائش راج محل جیسی ہوتی ہے ۔ بچوں کے کھیلنے کے لئے ہر طرح کے میدان رہتے ہیں ۔ تیرنے کے لئے تالاب ہوتے ہیں ۔ کیمپ کے بچے چھوٹے چھوٹے گروپوں میں دور دور تک گھومنے جاتے ہیں ۔ ان کے ساتھ ماسٹر، کھیل کے ماسٹر وغیرہ ہوتے ہیں ۔ کھانے پینے کی سبھی اچھی چیزیں وہاں موجود ہوتی ہیں ۔ بچوں کو تین مہینے تک کیمپ میں رکھا جاتا ہے ۔ اس کے بعد وہ واپس لوٹ آتے ہیں ۔ اور ستمبر میں نئے سال کی پڑھائی شروع ہو جاتی ہے ۔

چھوٹی کلاسوں میں دو مضامین کو دن میں چار گھنٹے پڑھایا جاتا ہے ۔ باقی وقت کھیل، کسرت، کھانے اور آرام کرنے میں لگایا جاتا ہے ۔ صرف دو مضامین پڑھائے جانے سے بچوں کے دماغ پر بوجھ نہیں پڑتا ہے ۔ بچوں میں حب الوطنی اتنی ہوتی ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی عمر کا بچہ بھی اپنے وطن کے دوست و

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دشمن کو پہچاننے لگتا ہے ۔ مثلاً میرے دونوں پوتے جس اسکول میں پڑھتے ہیں یہاں کے سبھی روسی بچے پیار و دوستی سے ان سے کہتے ہیں کہ تمہارا ملک اور ہمارا ملک دوست ہیں ۔ ہم تم بھی دوست ہیں ۔ روسی بچے میرے پوتے ارون اور امت سے دوستی کرنے میں مقابلہ سا کرتے ہیں ۔

میں نے یہ سب دیکھنے اور سمجھنے کے بعد ہی لکھا ہے ۔ میں کوئی ادیب نہیں ہوں ، ایک مزدور ہوں ، اس لئے میں نے جو دیکھا اور جو سمجھا وہی لکھ دیا ہے ۔ پوری طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوں ۔ پھر بھی جو کچھ لکھا ہے میں نے اپنے بچوں کے اسکول جاکر خود دیکھا اور سنا ہے تب لکھا ہے ۔

ہمارے ملک میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی بعض نظریہ رکھنے والوں کا یہ پروپگنڈہ ہوتا ہے کہ روس میں سرکار ماں ، باپ سے بچے چھین لیتی ہے ۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یہ پروپگنڈہ کتنا بے بنیاد ہے ۔ میں نے دیکھا کہ یہاں سب سے زیادہ بچوں کی اہمیت ہے ۔ دیکھ ریکھ ، پڑھائی ، صحت ، سب سرکار کی ذمہ داری ہے ۔ یہ سوشلسٹ سماج میں ہی ممکن ہو سکتا ہے اور کوئی سماج ایسا نہیں کر سکتا ۔

یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ سولہ سال کی عمر تک کے بچوں کو یہاں کوئی ماں باپ یا کوئی دوسرا کبھی سگریٹ وغیرہ لینے نہیں بھیجتا ۔ اگر کبھی کوئی بچہ سگریٹ خریدنا بھی چاہے تو دوکاندار نہیں دیتا ہے ۔ سولہ سال تک کے بچے شام سات بجے کے بعد اگر سنیما دیکھنا چاہیں تو کوئی انہیں ٹکٹ نہیں دے گا ۔ چھٹی کو دن میں بچے سنیما دیکھ سکتے ہیں ۔ پڑھائی کے دنوں میں ماسٹر ساتھ ہو تب ہی ٹکٹ ملے گا ۔

پکنک کا سفر

ترقی اشاعت گھر کی طرف سے پورے عملے کے خاندانوں کو ماسکو سے باہر پکنک پر جانے کا پروگرام تھا ۔ اسی ترقی اشاعت گھر میں میرا بیٹا ددن کام کرتا ہے ۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ پکنک پر مجھے بھی جانے کا موقعہ ملا ۔ رات ہی میں ددن جی کی بیوی راج نے پکنک پر جانے کی پوری تیاری کر لی تھی ۔ ہم لوگ صبح چھ بجے گھر سے نکل پڑے اور میٹرو (زمین دوز ریل) سے ہم لوگ ریچنوئی واک جال (ریچلائی اسٹیشن) پر آٹھ بجے سے پہلے ہی پہنچ گئے ۔ یہاں سے لگ بھگ ایک فرلانگ پیدل چل کر ماسکو ندی کے ماسکو ۔ والگا بوٹ گھاٹ پر پہنچے ۔ یہاں پر پکنک میں جانے والے سبھی لوگوں کو جمع ہونے کے لئے کہا گیا تھا ۔ ماسکو ۔ والگا بوٹ گھاٹ کا نام اس لئے ہے کہ ماسکو ندی کو نہر کے ذریعے والگا ندی سے جوڑا گیا ہے ۔ اس گھاٹ پر پانی کے جہازوں کی بھرمار ہے چھوٹے ، درمیانہ اور بڑے جہاز ماسکو ندی سے والگا ندی میں اور پھر وہاں سے سمندر تک لوگوں کو لے کر جاتے ہیں ۔ جس جہاز پر ہم لوگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چڑھے اس میں تقریباً دو سو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ جہاز کی پوری سیٹیں بھر گئیں تھیں۔ ترقی اشاعت گھر کے سبھی کارکنوں کے ساتھ ان کے خاندان بھی تھے۔ جب جہاز میں بیٹھے تو دیکھا کہ روسیوں کے علاوہ ہندستانیوں کا ایک بڑا گروپ بھی تھا۔ اس میں ہندی، پنجابی، اڑیا اور جنوبی ہند کے لوگوں کے خاندانوں کے ساتھ ہی ویت نامی بھی تھے اور جاپانی و افریقی بھی تھے۔ یہ سب مل کر بھائی چارے والا بین الاقوامی جتھا بن گیا تھا۔ جہاز ماسکو۔ والگا گھاٹ سے تقریباً پونے نو بجے روانہ ہوا۔

میں جہاز کی اوپر کی منزل پر بیٹھا تھا۔ ماسکو ندی میں کوئی تیز دھار (کرنٹ) نہیں تھی۔ چھوٹی چھوٹی موٹر لانچ جو ملیشیا یا ڈاکٹروں وغیرہ کی تھیں اِدھر اُدھر دیکھ ریکھ کے لئے دوڑ لگا رہی تھیں۔ ایک کیٹا نام کا جہاز ہے جو تقریباً ۵۰، ۶۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے وہ مسافروں کو لانے اور لیجانے کا کام کر رہا تھا۔ دوسرا ہمارا جہاز تھا۔ ایسے جہاز بڑی تعداد میں لوگوں کو لاتے اور لے جاتے ہیں۔ بڑے جہازوں کے علاوہ مال لانے لے جانے والے جہاز بھی ہیں۔ ان سب ہی طرح کے جہازوں کی آمد و رفت سے ماسکوا ندی کے پانی میں کافی ہلچل رہتی ہے۔

بالکل اسی ندی کی ہلچل کی طرح ہی ہمارے جہاز پر بھی ہلچل شروع ہوگئی۔ جہاز کے روانہ ہوتے ہی لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بڑی محبت اور خلوص سے ملنے جلنے لگے۔ میں اپنے ہم وطنوں سے متعارف ہونے لگا، ان میں سے کچھ تو میرے واقف کار ہی نکلے، کچھ نئے تھے۔ اس کے بعد ناچ، گانا بجانا شروع ہوگیا جو پورے سفر کے دوران چلتا رہا۔ لیکن مجھے تو لالچ تھی اس ملک میں آکر سوویت سوشلسٹ سماج کی دن دونی رات چوگنی ترقی دیکھنے کی۔ یہاں کی زندگی کو دیکھنے کی اُس سرزمین کے حسن کو دیکھنے کی۔ اس لئے میں اس ناچ گانے کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دے سکا۔ ندی کے دونوں کناروں کی بناوٹ اور خوبصورتی کو دیکھ دیکھ میں حیران ہوتا رہا۔

جہاز اب پوری رفتار سے چل رہا تھا۔ ندی کے دونوں کنارے بڑے حسین لگ رہے تھے، چیڑ اور دوسرے طرح طرح کے پیڑوں کی ہریالی دکھائی دے رہی تھی۔ بیچ بیچ میں پکنک کی جگہوں کو بنانے کے لئے ندی کا کنارا کاٹ کر بڑی جھیل یا تالاب کی طرح بنا دیا گیا ہے۔ تالاب میں لوگ نہاتے ہیں اور تیرتے ہیں۔ ان تالابوں کے چاروں طرف وہی چیڑ اور طرح طرح کے دوسرے پیڑ دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ پاس ہی گاؤں بھی دکھائی دے رہا ہے۔ ایسے ہی جگہوں پر جہازوں کو روکنے کے لئے گھاٹ بھی بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم لوگوں کا جہاز نہیں رکا کیونکہ اسے اس طرح بک کیا گیا تھا کہ یہ اپنی منزل پر ہی جا کر رکے گا۔

ہمارے جہاز کی ملیشیا کے ڈاکٹروں کی موٹر لانچ اور تیز رفتار 'راکٹا'، ہم سے آگے چلے جا رہے تھے۔ دوسری طرف سے جہاز پر آنے والے لوگوں اور ہمارے جہاز کے لوگوں کا ہاتھ ہلا ہلا کر ایک دوسرے کو خوش آمدید کہنے کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اس طرح ڈیڑھ گھنٹے کے بعد تقریباً ساڑھے دس بجے ہم لوگوں کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جہاز گھاٹ پر لگ گیا۔ اس گھاٹ کا جو روسی نام ہے اس کو ہندی میں ترجمہ سوکھ سروور ہوگا۔ یہ ماسکو سے چالیس کلو میٹر دور ہے۔ ہم لوگ جہاز سے اتر کر پاس ہی گھاٹ سے لگے ہوئے چیڑ اور پائن کے پیڑوں سے بھرے جنگل میں گھس کر چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بیٹھ گئے۔ ہمارے ملک کے سب لوگ ایک ہی گروپ میں ایک ساتھ ایک ہی جگہ پر بیٹھ گئے۔

میں، ددن، دونوں بچے اور بنگلہ دیش کے وجیندر شرما ایک گروپ میں گھومنے نکل کھڑے ہوئے۔ آگے چل کر دیکھا کہ ایک میلے کی طرح بہت سے شامیانے لگے ہوئے ہیں، جہاں بہت سے لوگ آکر ہفتوں، مہینوں چھٹیاں گزارتے ہیں۔ یہاں سے آگے بڑھنے پر جہاں جنگل ختم ہوتا تھا، دیکھا کہ آلوؤں کا ایک بہت بڑا کھیت ہے۔ دوسری طرف نظریں اٹھائیں تو دو گاؤں دکھائی دیے۔ اب کیا تھا ہم لوگ گاؤں کی طرف چل دیے۔ گاؤں میں پہنچنے پر دیکھا کہ مکان لکڑی کے موٹے موٹے تختے لگا کر تیار کئے گئے ہیں۔ مگر نیچے کی بنیادی زمین سے دو ڈھائی فٹ تک دیوار اینٹ سے بنی ہوئی ہے۔ فرش سیمنٹ کا تھا۔ مکان کافی اونچا تھا۔ دو بوڑھی عورتیں ایک مکان کے سامنے بیٹھی تھیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم اندر سے آپ کا مکان دیکھنا چاہتے ہیں۔ بوڑھی عورتیں ہنس کر خراشو خراشو (بہت اچھا) کہتی ہوئی ہمیں گھر کے اندر لے گئیں۔

ہم نے دیکھا کہ مکان باہر سے تو اتنا خوبصورت نہیں ہے لیکن اندر سے کیا خوبصورت سجاوٹ ہے۔ فرش پر قالین بچھا ہے۔ جنگلوں کے پردے قیمتی اور چھوٹے بڑے دو طرح کے ٹنگے ہوئے ہیں۔ اندر سے تو لکڑی کا مکان معلوم ہی نہیں ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ تقریباً سبھی مکانوں کے ساتھ ساتھ کافی زمین بھی چھوڑی گئی ہے۔ جس میں آلو، پیاز اور پھولوں کے پودے لگائے گئے ہیں۔ یہ ان کی نجی پونجی ہے۔ سبزی اور پھلوں کو وہ اپنی مرضی کے داموں پر بازار میں بیچتے ہیں۔

اس گاؤں میں دو طرح کے لوگ رہتے ہیں، ایک تو کسان اور دوسرے وہ ہیں جو شہر میں کام کرتے ہیں لیکن رہنے والے انھیں گاؤں کے ہیں یہ دو تین گاؤں پاس پاس ہی تھے۔ ایک بڑے فارم کے پاس ہی چھ۔ سات منزلہ عمارت تھی، جس میں فارم میں کام کرنے والوں کا کمرہ ہے۔ پاس ہی ایک بڑا اسکول بھی ہے اور کھیل کا میدان بھی۔ دن میں گاؤں میں بوڑھے اور بچے ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ نوجوان مرد عورتیں اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔ یہاں دو گھنٹے گھومنے کے بعد ہم لوگ پھر اپنی پکنک کی جگہ واپس آگئے۔

یہاں پر آپس میں دوڑ، بالی بال وغیرہ کھیلا جا رہا تھا جس میں ہندستانی اور ویت نامی حصہ لے رہے تھے۔ ندی کا کنارہ کاٹ کر جو خوبصورت جگہ بنائی ہے لوگ وہاں سیر کر رہے تھے۔ اس جگہ کا نام ٹھیک ہی "سکھ سرور" دیا گیا ہے۔ اس نام کے مطابق ہی یہ جگہ خوبصورت اور دل لبھانے والی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شام کے چھ بجے تک خوب تفریح کرنے کے بعد ہم سب جہاز پر لوٹ آئے اور وہیں سے اردگرد کا منظر دیکھتے ہوئے ساڑھے آٹھ بجے تک والگا گھاٹ پر اتر کر ہم دس بجے تک گھر پہنچ گئے۔

چیزیں بھی بہت خریدار بھی بہت

آج میں سینٹرل ماسکو میں، کریملن کے اردگرد کے علاقے میں بالشوئی تھیٹر وغیرہ اور بڑے بڑے چوراہوں کے آس پاس گھومتا رہا۔ یہاں کی مشہور بڑی بڑی عمارتوں میں نیچے سے اوپر تک سپر بازار جیسی تین دوکانیں ہیں۔ میں بہت دیر تک گھومتا ہوا انھیں دیکھتا رہا۔ ان مشہور دوکانوں کا نام ہے گم سم اور دلیسکیمیر۔ ویسے تو ان سبھی دوکانوں میں بچوں کی چیزیں ملتی ہیں مگر دلیسکیمیر صرف بچوں کے لئے ہی ہے اس میں نئے پیدا ہونے والے بچے سے لے کر بڑے بچوں تک کے جاڑے، برف، گرمی غرض سبھی موسموں کے کپڑے وغیرہ، سب طرح کے کھلونے ملتے ہیں۔ بچوں کی ضرورت کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو وہاں نہ ملتی ہو۔

آج چھٹی کا دن نہیں ہے پھر بھی یہ دوکانیں اوپر کی منزل سے لے کر نیچے تک لوگوں سے ٹھسا ٹھس بھری ہوئی ہیں۔ کہیں کہیں لائن بھی لگی ہوئی ہے۔ یہ لائن سردی کے لئے آئے ہوئے اوورکوٹ، جیکٹ اور معمولی کوٹوں وغیرہ کے لئے ہے۔ یہ چیزیں قیمتی ہیں پھر بھی لائن لمبی ہے۔ یہاں ایک جھاڑو دینے والے سے لے کر سب ہی خریداری میں مصروف ہیں کیونکہ یہاں محنت کی جو اجرت دی جاتی ہے اس سے وہ اپنے کھانے، پینے، پہننے کی سبھی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ اور پھر ہر آدمی ان جیکٹوں، جرسیوں، پتلونوں، مفلروں، اوورکوٹوں گرم جوتوں وغیرہ کی ایک نہیں تین چار سے بھی زیادہ تعداد میں اپنے پاس رکھتا ہے۔ کوئی بھی نئی چیز نئے ڈیزائن کی آجاتی ہے تو لوگ اسے لینے میں ہچکچاتے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لائن لگ جاتی ہے اور یہ بغیر لائن کے لینا جانتے بھی نہیں۔ چیزیں بھرپور ہیں۔ لینے والے بھی بہت ہیں۔

یہ نئے چہرے

دلیسکیمیر کے بازار میں دو تین کے جھنڈ میں نئے چہرے دیکھنے کو ملے۔ یہ بالکل ایسے ہی تھے جیسے ہمارے ملک میں گھوڑوں، بھینسوں پر سامان لاد کر، کتوں کے ساتھ اپنے سارے خاندان کو لئے اس شہر سے اُس شہر یا اِس گاؤں سے اُس گاؤں جا کر ڈیرا ڈالنے والے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ نئی نئی ٹکرٹم، دھوکا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دھڑی کر کے اپنا گزر کرنا ان کا دھندھا ہے ۔ یہ مرد، عورتیں ہوں یا بچے و بوڑھے، کوئی کام نہیں کرتے ۔ یہ لوگ بالکل ہمارے ملک کی طرح کے کپڑے پہنتے ہیں ۔ عورتیں گھاگرا پہنتی ہیں، سر پر کپڑا باندھتی ہیں ۔ چہرے کی بناوٹ بھی ہمارے دیش کے لوگوں جیسی ہے ۔ یہاں کہا بھی جاتا ہے کہ یہ لوگ کسی زمانے میں ہندستان، پاکستان وغیرہ کے ملکوں سے آئے تھے ۔ ان کو بسانے اور کام دینے کی ہر ممکن کوشش ابھی تک بے کار رہی اور یہ ویسے ہی دھوکے دھڑی سے رہنا پسند کرتے ہیں ۔ لیکن ان میں سے کافی لوگوں کو مکان، روزگار دے کر بسایا بھی گیا ہے اور ان کے لڑکے لڑکیاں تعلیم وغیرہ بھی پا رہے ہیں ۔ لیکن ابھی تک ان میں سے کچھ بسنے کو راضی نہیں ہو پائے ہیں ۔

جب یہ شہر میں آتے ہیں اور دوکانوں میں جاتے ہیں تو سامان بھی خریدتے ہیں اور موقعہ پاتے ہی چوری بھی کر لیتے ہیں ۔ ان کو دیکھتے ہی دوکاندار جس میں عورتیں لڑکیاں وغیرہ زیادہ ہوتی ہیں، چوکنی ہو جاتی ہیں ۔ یہ شہر سے چیزیں خرید کر گاؤں کی طرف چلے جاتے ہیں ۔ اور وہاں پھیری پر نکل کر زیادہ پیسوں میں بیچتے ہیں اور گاؤں والوں کے ساتھ بھی تکڑم کرتے ہیں ۔ ان لوگوں کو روسی لوگ بالکل پسند نہیں کرتے، کیونکہ یہاں چوری کرنے والے یا کام نہ کرنے والے کو کسی حالت میں پسند نہیں کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح جپسی بھی کبھی کبھی شہروں میں آتے جاتے رہتے ہیں ۔

لینن کا گورکی گاؤں

گورکی گاؤں جانے کے لئے انٹورسٹ کے ذریعے کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے بس سے اپنے طور پر جانے کا فیصلہ کیا ۔ صبح آٹھ بجے میں اپنی بہو، دونوں پوتوں ـــ ارون، امت ـــ اور ددن جی کے ساتھ وارساسکایا میٹرو سے کاسورسکایا میٹرو پہونچا اور پھر وہاں سے بس کے ذریعہ ہم لینن کے گورکی گاؤں کے لئے روانہ ہو گئے ۔ یہ جگہ ماسکو شہر کے جنوب میں ۳۵ کلومیٹر کی دوری پر ہے ۔ ایک گھنٹے میں ہم لوگ وہاں پہونچ گئے ۔ پہاڑی کی طرح اونچی یہ جگہ چیڑ کے گھنے پیڑوں سے گھری ہے ۔ اس کے ایک طرف پاکھرا ندی اور دوسری طرف بڑا گاؤں ہے ۔ چاروں طرف بہت ہی پر کشش منظر دکھائی پڑتا ہے ۔ عمارتوں کے خاص دروازے پر ملیشیا کا جوان کھڑا رہتا ہے ۔ ہم سب خاص دروازے سے داخل ہو کر کچھ دور چلنے کے بعد اس جگہ پہونچے جہاں بہت سے مزدور لینن کے تابوت کو اٹھائے چلتے ہوئے سے دکھائے گئے ہیں ۔ تابوت پر عظیم لینن سکون سے سوئے ہوئے لگ رہے ہیں ۔ بہت ہی وسیع اور خوبصورت پر بنا ہوا یہ مقبرہ بہت ہی دلکش ہے ۔ یہ منظر دیکھتے ہی دل بہت بے چین ہو جاتا ہے اور خود بخود تابوت کے سامنے عقیدت سے سر جھک جاتا ہے ۔ دس منٹ بعد ہم لوگ اُن کے گھر کے اندر گئے ۔ ہمارے ساتھ کوئی ترجمان نہیں تھا ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہاں کے گائڈ صرف روسی زبان جانتے تھے ۔ لیکن ہمارا پوتا ارون روسی سے ہندی میں ترجمہ کر کے اس کام کو انجام دیتا رہا ۔ ہم لوگ روسی گائڈ مورورزوف ویسیلی سومینوویچ کے ساتھ پہلے چھوٹی عمارت میں گئے ۔ لینن چھوٹے کمرے پسند کرتے تھے ۔ اسی لئے وہ اس عمارت میں رہتے تھے ۔ بعد میں وہ کشادہ کمروں کی عمارت میں بھی رہنے لگے تھے ۔ وہ سب سے پہلے یہاں ۱۹۱۸ء میں آئے تھے ان کی بیوی نادیژدا کرپسکایا اور دو بہنیں بھی ان کے ساتھ ہی رہتی تھیں ۔ اس عمارت کے کمرے میں سب کچھ ۔۔ پلنگیں ، میز ، کرسی ، برتن ، چائے کی پیالی وغیرہ ۔۔ ویسے ہی رکھا ہوا ہے جیسے کہ لینن کے زمانے میں رکھے ہوتے تھے ۔ اس عمارت کے نیچے ایک بڑا ہال جیسا ہے جس میں سنیما دکھانے کا پروجیکٹر ابھی تک ویسا ہی رکھا ہوا ہے ۔ یہیں کسانوں کی پیش کردہ گیہوں اور جو کی بالیاں بھی رکھی ہوئی ہیں ۔ اسی پروجیکٹر سے لینن سنیما دیکھا کرتے تھے ۔ گاؤں کے کسان ، مزدور اور ان کے بچے اور عورتیں سبھی آکر اُن کے ساتھ سنیما دیکھا کرتے تھے جیسے کہ وہ سب ایک ہی خاندان کے ہوں ۔ لینن ان سبھی لوگوں سے اُن کے دُکھ تکلیف کے بارے میں پوچھ تاچھ کرتے تھے اور کبھی کبھی تو خود گاؤں میں جاکر لوگوں سے ملتے تھے ۔ یہاں پر دور دراز کے گاؤں سے آئے ہوئے کسانوں ، مزدوروں اور بچوں کا تانتا لگا رہتا تھا ۔ وہ ان لوگوں سے باتیں کرتے ، ہنسی مذاق کرتے ۔ ایک ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے ، گانا گاتے تھے ۔ نئے سال کے موقع پر بچوں کو دعوت دیا کرتے تھے ۔ بچوں میں رہنا ، ان کے ساتھ کھیلنا انہیں بہت پسند تھا ۔ کبھی کبھی جب نزدیک ہی پاکھراندی میں ناؤ پر گھومنے جاتے تو راستے میں کھڑے کسانوں ، مزدوروں سے گھنٹوں بات چیت کرتے تھے ۔

حالانکہ لینن کی صحت اچھی نہیں تھی پھر بھی وہ ایک منٹ بھی بے کار نہیں بیٹھ سکتے تھے ۔ ایک طرح سے یہ جگہ سوویت یونین کا مرکز بن گئی تھی ۔ اسی لئے لینن کی رہائش کا بندوبست بڑی عمارت میں کیا گیا اس میں کشادہ کمروں کے علاوہ بہت بڑا برآمدہ بھی ہے جس میں لینن ٹہل بھی لیتے تھے ۔ ان کے کمرے میں ہی ایک کونے میں اُن کی بہن کا پلنگ تھا کیونکہ لینن کی ہر وقت دیکھ بھال ضروری تھی ۔ لینن کے کمرے میں ہی ان کے کام کرنے کی میز بھی ہے ۔ اس کے اوپر دیوار میں ٹنگا ہوا ایک بڑا ٹیلی فون ہے ۔ اسی سے وہ ماسکو یا سوویت جمہوریہ کے کسی بھی شہر کو فون کرتے تھے اور ٹیلی فون پر ہی دن بھر میں دو سو تک ہدایتیں دیا کرتے تھے ۔ یہاں پر گورکی ، کالینن جیرینیزسکی وغیرہ آتے تھے اور گھنٹوں ان سے بات چیت کیا کرتے تھے ۔ اسی عمارت میں ایک کتبخانہ بھی ہے جس میں مارکس ، اینگلس وغیرہ جیسے عظیم عالموں اور مصنفوں کی کتابیں رکھی ہیں ۔ لینن کو بدیسی زبانیں خوب آتی تھیں ۔

لینن نے صرف ۱۹۲۱ء میں ۷۰ دستاویز اور مضامین قلم بند کئے تھے ۔ جو دستاویزیں انہوں نے تیار کیں وہی آٹھویں ، نویں ، دسویں اور گیارھویں پارٹی کانگرس کے فیصلوں کی بنیاد بنیں اور انھیں بنیاد پر آٹھویں ، نویں سوویت کانگرسوں اور کومنٹروں کی تیسری ، چوتھی کانگرسوں میں فیصلے عمل میں آئے ۔

اسی میز پر انھوں نے پرولتاری انقلاب اور غدار کاؤتسکی ، کا مسودہ تیار کیا تھا ۔ میز پر وہی قلم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پڑا ہوا ہے جس سے "کیا استحصال کئے جانے والے اور استحصال کرنے والے کے بیچ برابری ہو سکتی ہے"، انہوں نے قلم بند کیا تھا۔ اسی سے آٹھویں کانگرس کے لئے بجلی کے کارخانے کا منصوبہ تیار ہوا تھا۔

سخت بیماری میں موت سے جوجھتے ہوئے بھی لینن نے ایک منٹ کے لئے بھی کام نہیں چھوڑا۔ جب بحالت مجبوری وہ بستر پر پڑ گئے تو بھی ان کی بیوی کرپسکایا انھیں کتابیں پڑھ کر سنایا کرتی تھیں۔ وہ گورکی کی لکھی کسی کتاب کو سُنا رہی تھیں جب اچانک وہ منحوس گھڑی آگئی جو لینن کو مزدوروں، کسانوں، عوام اور خاندان کے لوگوں سے چھین لے گئی۔ ۲۱ جنوری ۱۹۲۴ء کو شام کے ساڑھے چھے بجے یہ حادثہ پیش آیا۔ عمارت کی سب گھڑیاں ساڑھے چھے بجے پر بند پڑی دکھائی دیتی ہیں۔ اُس دن سے ان دونوں عمارتوں میں اُن کے استعمال کی سبھی چیزیں ــــ جیسے میز، کرسی، ٹیلی فون، قلم، کھلی ہوئی کتاب ــــ ویسی کی ویسی رکھی ہیں۔ اُن کا وہ بند گلے کا کوٹ، اوورکوٹ، ٹوپی، جوتے، گھڑی، بندوق وغیرہ سب محفوظ ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ لینن ابھی ابھی یہیں کہیں سے برآمد ہونے والے ہیں۔ ان کی بیوی نیز دا کرپسکایا نے گورکی کو ایک خط میں لکھا تھا کہ لینن آخری سانس تک ہمیشہ کی طرح رہے تھے۔

ہم لوگ دو گھنٹے تک دونوں عمارتوں میں گھومنے اور جانکاری حاصل کرنے کے بعد اس گراج میں آئے جہاں پر وہ کار کھڑی ہوئی ہے جس پر لینن ماسکو آیا جایا کرتے تھے۔ اسے مزدوروں نے ایک خاص انداز سے بنایا تھا۔ یہ کار برف پر آسانی سے چلتی تھی اور پھسلتی نہیں تھی۔ گرتی ہوئی برف میں گھومنے اور گاؤں میں جانے والی وہ گاڑی بھی رکھی ہے جسے گھوڑے کھینچتے تھے۔ انھیں کے ساتھ ان کی ناؤ بھی اسی گراج میں محفوظ ہے۔

روسی گائڈ موروزوف وسیلی سومینوویچ یہ دیکھ کر کہ ہم ہندستانی ہیں اور ارون ترجمان کا کام کر رہا ہے بہت ہی خوش ہوئے۔ انھوں نے ہمیں زیادہ وقت دے کر خاص لگن سے سب کچھ بتایا۔ یادگار کے طور پر ہم لوگوں کے ساتھ فوٹو کھنچوا کر اُنھوں نے ایک تصویر اپنے آپ رکھ لی۔ انھیں دسودانیا (الوداع) کہکر ہم لوگ باہر آئے۔

باہر نکلتے وقت پھر ایک بار ہم نے پتھر کے بنے تابوت کے پاس آکر عقیدت سے سر جھکایا۔ اس تابوت کے پاس نئے شادی شدہ جوڑوں کا تانتا لگا ہوا تھا جو لینن کو عقیدت کے پھول چڑھانے آئے تھے۔ یہاں سے اُسی راستے سے ہوتے ہوئے ہم لوگ باہر آئے جس راستے سے سوویت عوام لینن کے تابوت کو لے کر باہر آئے تھے۔ خاص دروازے سے نکل کر ہم لوگ باہر آئے اور پھر اُسی راستے سے پکھراندی کے کنارے کنارے گئے جس راستے سے لینن وہاں آیا جایا کرتے تھے۔ ندی، جنگل، گاؤں کا سارا منظر دیکھتے ہوئے ہم لوگ بس سے ہی شام تک اپنے گھر ماسکو لوٹ آئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ارورا جہاز

زار نے ۱۹۰۳ء میں ارورا جہاز کو سمندر میں اُتارا تھا۔ روس اور جاپان کی جنگ میں زار کے سبھی جہاز ڈوب گئے تھے۔ صرف ارورا ہی صحیح سلامت بچ کر لوٹا تھا۔ یہ نیواندی کے بندرگاہ میں آکر کھڑا رہتا تھا۔ یہ بندرگاہ زار راجہ کے عالیشان اور خوبصورت سرمائی محل کے نزدیک ہے۔ اس میں کام کرنے والے سبھی بالشویک تھے۔ اسی جہاز میں انقلاب کے وقت تین ہزار نیوی کے بالشویکوں نے انقلاب کی ابتدا ایک گولہ داغ کر کی تھی۔ اس گولے کی آواز سے ہی سرمائی محل کے شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ تین چار ہزار ہتھیار بند نیوی کے سپاہیوں کے ساتھ مزدوروں، کسانوں اور عوام نے مل کر زار کے سرمائی محل پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی ارورا جہاز کے ریڈیو اسٹیشن سے لینن نے زار شاہی راج کے خاتمے کا اعلان کیا تھا۔ جب نازیوں نے ۱۹۴۱ء میں سوویت سرزمین پر حملہ کیا تب اسی ناقابل شکست جہاز نے نازیوں کو شکست دینے میں بحرِ بالٹک ہیں قابل فخر کارنامہ انجام دیا اور فتح کا سرخ پرچم لہراتا ہوا یہ نیواندی کے بندرگاہ پر آکر کھڑا ہو گیا۔ ۱۹۴۸ء میں اسے نیوی کے مرکزی دفتر کے سامنے لاکر رکھا گیا تھا۔ اس کے ٹھیک دوسرے کنارے پر لینن گراد ہوٹل ہے۔ ارورا ایک فاتح سنتری کی شکل میں سرخ پرچم لہراتا ہوا نیواندی میں لنگر ڈالے کھڑا ہے۔ روز ہی ہزاروں لوگ آکر دیکھتے ہیں اور نئے شادی شدہ جوڑے آکر اس پر پھول چڑھاتے ہیں۔ آج میں اور ددن جی نے بھی ارورا پر چڑھ کر ہر جگہ کو دلچسپی سے دیکھا۔ ترجمہ کرنے والی لڑکی مارنیا ہمیں اس کے بارے میں تفصیل سے بتاتی رہی۔

پیٹرو دوارتیس (موسم گرما کا محل)

پیٹرو دوارتیس یعنی زار پیٹر کے موسم گرما کے محل کو جانے کے لئے میں اور ددن جی ۱۰ بجے صبح بس کے ذریعے ترجمان لڑکی لیلین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ جگہ شہر کے قریب ۲۹ کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ بس لینن گراد شہر کی سڑکوں کو پار کرتی جا رہی تھی اور لیلین راستے میں پڑنے والی ہر عمارت کی تاریخی اہمیت بتاتی جاتی تھی۔ اسی راستے میں کروف ٹریکٹر کارخانہ پڑتا ہے جو بہت بڑا ہے۔ یہاں جو ٹریکٹر تیار ہوتے ہیں وہ ہمارے ملک کے علاوہ ۶۴ دوسرے ملکوں کو بھیجے جاتے ہیں۔ جنگ کے دوران ٹریکٹروں کی جگہ یہ کارخانہ ٹینک بنانے لگا تھا جو ۳۴ نمبر ٹینک کے نام سے مشہور ہیں۔ نازیوں کے چھکے چھڑانے میں ان ٹینکوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ شہر کے باہر جہاں لال فوج کا جماد تھا اسی جگہ پر یہ ۳۴ نمبر ٹینک ابھی تک یادگار کے طور پر رکھا گیا ہے۔ اس کارخانے سے آگے بڑھنے پر لینن کا پتھر کا ایک بہت بڑا اور دلکش مجسمہ ہے جو ۱۹۷۰ء میں لینن صدی کے دوران بنایا گیا ہے۔ اس سے آگے بڑھنے پر شہر کے آخری حصے میں ایک بہت بڑا گول پارک ہے جس کے بیچ میں شہیدوں کی یادگار بنی ہوئی ہے۔ یہ لال فوج کے سپاہیوں، مزدوروں، کسانوں، طالب علموں اور عام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوگوں سے متعلق شہیدوں کی ملی جلی یاد گار ہے - پرانا شہر ختم ہوتے ہی شہر کا نیا حصہ شروع ہو جاتا ہے جس میں موجودہ زمانے کے پندرہ سے بیس منزلہ مکانات ہیں - ان کے نچلے حصے میں جدید طرز سے سجی سجائی دوکانیں ہیں - مکان کھلی جگہ میں ہیں اور نیچے چاروں طرف ہرے بھرے باغیچے بہت ہی دلکش منظر پیش کرتے ہیں - آگے بڑھتے ہی لمبے لمبے شیشے کے گھروں کی قطار دکھائی پڑتی ہے جن جاڑوں میں اور برفیلے موسم میں سبزی اگائی جاتی ہے - جب ہم لوگ اس علاقے سے گزرے جس پر پہلے نازیوں نے قبضہ کر لیا تھا تو جگہ جگہ لال فوج کی یاد میں بنی یادگاریں نظر آ رہی تھیں -

تھوڑی دیر میں ہم لوگ پیٹرودوار بتس پہونچ گئے - بس سے اتر کر بڑی بڑی کوٹھیوں کے آگے فواروں کے سامنے کھڑے ہو کر چلتے ہوئے ایک فوارے کی فن کاری دیکھنے لگے - پتلی سنہری چادر سے ڈھکے ہوئے فوارے آدمیوں، عورتوں، چڑیوں اور جانوروں کی شکل میں بنے ہوئے ہیں - یہ باغ سے سمندر کے کنارے تک چلے گئے ہیں - ان کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے - یہ پورا باغ آٹھ سو ایکڑ میں بنا ہے - موٹے موٹے گھنے چیڑ کے درختوں کے نیچے یہ باغیچہ پھلوں سے لدا ہوا ہے اور اس میں جگہ جگہ فوارے اور بیٹھنے کے لئے بینچیں ہیں بہت سے فوارے خاص طور سے پرکشش ہیں فن لینڈ کی کھاڑی کہے جانے والے سمندر کے کنارے پیٹر کا ایک منزلہ وسیع گرمائی محل ہے - اس میں راجاؤں، رانیوں اور وزیروں کے علاوہ فوجی جنرلوں کے بھی دیوان ہیں - یہ روغنی تصاویر اور چینی کے برتنوں سے سجا ہوا ہے - راجہ اور رانی کے کمرے فن مصوری کے اعلیٰ نمونوں کے علاوہ سونے سے بھی مزین کئے گئے ہیں - جنرلوں کے دیوان میں وادکا پینے کا شیشے کا ایک جام ایک لیٹر ۵ اگرام کا ہے - اس میں بطور سزا جنرلوں کو شراب پلائی جاتی تھی - دیوار پر بنی بندروں کی تصویر کو دکھا کر ییلین نے بتایا کہ پیٹر کو بندر بہت پسند تھے - وہ اسی لئے ہندستان بھی جانا چاہتا تھا، پیٹر چینی کے برتنوں کا بھی بہت شوقین تھا -

اس پیٹرودوار بتس کو دیکھنے کے لئے چھٹیوں میں ایک لاکھ تک لوگ آجاتے ہیں - یہ گرمائی محل نازیوں کے قبضے میں آگیا تھا وہ یہاں سے بہت سی قیمتی چیزیں لے گئے تھے اور بہت سی چیزوں کو توڑ پھوڑ کر خراب کر گئے تھے - سمندری کنارے پر بنے عالیشان محل میں نازی جلانے کی لکڑی رکھا کرتے تھے - شہنشاہوں کے زمانے کے ان فن پاروں اور محلوں کی سونے و ہیرے کی ہر چیز کو سوویت حکومت بہت حفاظت سے رکھتی ہے - اسی لئے جنگ ختم ہوتے ہی نازیوں کے ذریعے توڑی پھوڑی چیزوں کو اسی ڈھنگ سے اُسی طرح کے فنکاروں سے ٹھیک کرایا گیا - پیٹرودوار بتس دیکھ کر ۶ بجے ہم لوگ واپس آ گئے -

پشکن

پشکن لینن گراد سے ۲۵ کلو میٹر دور ہے - یہاں جانے کے لئے بھی ہم نے بس کا استعمال کیا -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترجمان لڑکی سوتیلانا ہمارے ساتھ تھی ہماری بس لینن گراد کی ماسکو سٹرک سے ماسکو گیٹ پار کرتی ہوئی شہر سے باہر نکل گئی۔ اس راستے کے کنارے کنارے دھیرے دھیرے ہرے بھرے درختوں کی قطاریں کھڑی ہیں۔ اب ہم لوگ اُس جگہ سے آگے بڑھ رہے تھے جہاں نازیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ ہم دو طرفہ پھیلے ہرے بھرے کھیتوں کو دیکھتے رہے۔ کہیں کہیں ٹریکٹروں کی قطاریں کھیتوں میں مٹی الٹتی پلٹتی نظر آئیں۔ کاپنچ گھروں کی قطار بھی دکھائی پڑی۔ پشکن سے سات کلومیٹر پہلے ہی پشکن کا مجسمہ نظر آنے لگا۔

ہم کچھ دیر بعد زار شہنشاہ کے گاؤں میں داخل ہوئے۔ اس کا نام ہی 'زار گاؤں' ہے۔ یہاں زار کا بہت قدیم محل بھی ہے۔ عظیم شاعر پشکن نے یہیں پانچ سال تک تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لئے انقلاب کے بعد اس 'زار گاؤں' کا نام پشکن رکھا گیا۔ تب سے یہ پشکن نام سے ہی مشہور ہے۔ یہیں پر پیٹر کا ایک دوسرا گرمائی محل ہے۔ اس میں تین عمارتیں ہیں۔ اس میں بھی ہرمتاج پیتر ودواریتس کی طرح نقاشی اور دیواری مصوری کے نمونے ملتے ہیں۔ سونے سے منڈھے پلنگ، ظروف، مجسمے اور کلش وغیرہ اس میں بھی بھرے ہوئے ہیں۔ اس عمارت کی سجاوٹ میں زار شہنشاہ نے ایک سو چالیس ٹن سونا لگایا تھا۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ زار شہنشاہ کس بے دردی سے روسی عوام کا استحصال کر رہے تھے۔ زوران جنگ یہ نازیوں کے قبضے میں تھا اور اس محل میں نازی رہتے تھے۔

لال فوج سے مار کھا کر بھاگتے ہوئے نازی فوجی یہاں کی قیمتیں چیزیں اٹھا کر لے گئے اور کافی توڑ پھوڑ بھی کر گئے تھے۔ لیکن سوویت حکومت نے جنگ کے بعد سب چیزوں کو پہلے کی طرح نیا بنایا۔ راج گھرانے کے لوگ جہاں عبادت کرتے تھے اس جگہ نازی اپنی موٹر سائکلیں رکھا کرتے تھے۔ اس جگہ کو ویسے ہی رہنے دیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ نازیوں نے کس حد تک یہاں بربادی کی تھی۔ اس پوری عمارت پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد ہم لوگ ایک بڑے باغ میں داخل ہو گئے۔ یہ باغ بھی پیٹر کا ہی بنوایا ہوا ہے۔ اس میں پھول دار اور پھل دار درخت ہیں، تالاب اور چھوٹے چھوٹے پل ہیں۔ یہ سب دیکھ کر ہم لوگ ترجمان لڑکی سوتیلانا کے ساتھ لینن گراد واپس آ گئے۔

پیٹر اور پال کا قلعہ

یہ قلعہ لینن گراد شہر کے اندر ہی نیوی ندی کے کنارے پر ہے۔ اس قلعہ سے پیٹر سبرگ (لینن گراد) کی کسی زمانے میں بنیاد قائم ہوئی تھی۔ یہ جگہ پہلے سویڈن کے قبضے میں تھی۔ اسے پیٹر راجہ نے آزاد کرایا تھا اور اس کی جنگی اہمیت کی وجہ سے یہاں قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اسے ہی دیکھنے ہم ترجمان لڑکی سوتیلانا کے ساتھ یہاں آئے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ قلعہ ۱۷۰۳ء میں تعمیر ہوا اور ۱۷۱۲ء میں اسے دارالسلطنت بنادیا گیا اور اس کا نام پیٹرسبرگ رکھا گیا۔ زار نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کو اس میں قید کیا تھا۔ دسمبر گروپ کے انقلابیوں کو بھی یہیں بند رکھا گیا تھا اور انھیں یہیں پھانسی بھی دی گئی تھی۔ عظیم شاعر اور ادیب دوستوئیسکی، لینن کے بھائی، میکسم گورکی کے ساتھ ہزاروں قیدی یہاں رکھے گئے تھے۔ مزدوروں، کسانوں نے اسی جیل میں عارضی حکومت کو ختم کر کے اس کی کابینہ کے ممبروں کو یہیں بند کیا تھا۔ یہی لوگ یہاں کے آخری قیدی تھے۔

اس کے حلقہ کے بیچ میں ایک بہت ہی اونچا گرجا ہے۔ اس کا گنبد سونے کا ہے۔ یہ لینن گراد میں چاروں طرف سے نظر آتا ہے۔ نقش ونگار، تصاویر اور سونے سے یہ بھرا ہوا ہے۔ اسے بھی عوام کے لئے کھلا رکھا گیا ہے۔ سارے نقش ونگار پوری طرح محفوظ ہیں۔ اسے بھی ہزاروں لوگ روزانہ دیکھنے آتے ہیں۔

سینٹ آئیزک کیتھڈرل

سینٹ آئیزک کیتھڈرل آستوریا ہوٹل کے بالکل قریب ہے۔ اسے بنانے سے پہلے شہنشاہ نے مغربی یورپ کے ماہر معماروں کا ایک مقابلہ کرایا تھا۔ اس میں فرانس کے معمار کو بہترین سمجھا گیا۔ اسی نے اسے تعمیر کیا ہے۔ یہ ۱۸۱۸ء میں بننا شروع ہوا تھا اور اسے بنانے میں کوئی مشین کام میں نہیں لائی گئی۔ اس کا ایک کھمبا ۱۱۴ ٹن کا ہے جسے روسی مزدوروں نے ہی کھڑا کیا ہے۔ یہ بہت ہی وسیع اور کشادہ گرجا ہے۔ لگاتار کام ہونے کے باوجود اس کے بنانے میں چالیس سال لگ گئے اور یہ ۱۸۵۸ء میں بن کر تیار ہوا۔ اوپر مخروطی گنبد ہے جس پر سونے کا پتر چڑھا ہوا ہے۔ اس کی سجاوٹ بھی شاہانہ ہے۔ طرح طرح کی مورتیوں اور دیواروں پر بنی طرح طرح کی تصویروں سے اسے سجایا گیا ہے۔ فرانس کے ماہر تعمیر کا ایک مجسمہ بھی اس میں نصب ہے۔ اس میں پانچ سو ٹن سونا لگا ہے۔ اس سونے کو چڑھانے کے لئے طرح طرح کے خطرناک کیمیائی نسخوں کا استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے ۶۰ مزدوروں کی جانیں ضایع ہوئیں۔

اسے اب میوزیم کی حیثیت سے عوام کے لئے کھلا رکھا گیا ہے۔ دیس بدیس کے ہزاروں لوگ روز آکر اسے دیکھتے ہیں۔ میں اسے دیکھتا رہا اور شہنشاہ کے استحصال کی یاد میرے ذہن میں ابھرتی رہی۔

لینن گراد کے بہادر سپوتوں کو ہدیۂ عقیدت

۱۷۰۳ء میں قلعہ کی شکل ابھری اور ۱۷۱۲ء میں یہ شہر پیٹر کا دارالسلطنت بنا اور راجاؤں کے سرمائی محلوں، گرمائی محل، بڑے بڑے گرجوں اور بڑی بڑی عمارتوں میں پسی ہوئی روسی عوام کی دولت کا بہت بڑا حصہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہاں آکر جمع ہونے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملک اور بیرون ملکوں میں پیٹر سبرگ کا نام مشہور ہوگیا۔ روس کے عوام کے استحصال کے خلاف اسی شہر سے آواز اٹھی۔ انقلابیوں کو جیل میں ٹھونسنے، جلاوطن کرنے اور پھانسی دینے کے احکامات یہیں سے جاری ہوتے تھے۔

اسی پیٹر سبرگ کے بطن میں ۱۹۱۷ء انقلاب پھلا پھولا اور کامیاب ہوا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کو کامیاب بنانے والے عظیم لینن نے یہاں کی یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور وکالت کی ڈگری حاصل کی۔ یہیں سے بولشویک پارٹی کی قیادت کرتے ہوئے لینن ملک کے مزدوروں، کسانوں اور عوام کو منظم کرتے رہے۔ یہاں ہی مزدوروں، کسانوں نے زار شہنشاہ کے سامنے اپنی مانگیں پیش کی تھیں اور اسی جرم میں دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا گیا تھا اور پانچ ہزار گھائل ہوئے تھے۔ عظیم لینن کے انتقال کے بعد سوویت حکومت نے اس شہر کا لینن گراد نام رکھ کر اس کی عزت افزائی کی۔

نازیوں نے حملہ کیا۔ ہٹلر نے لینن گراد کی فتح کا دن بھی مقرر کر دیا تھا۔ لیکن یہاں کی بہادر لال فوج، کسان، مزدور، طالب علم، عوام، عورتیں اور بچے اسپات کی دیوار بن گئے۔ ڈھائی سال تک ـــــ ظلم وستم برداشت کرتے ہوئے لڑکر انھوں نے ہٹلر کے خوابوں کو چکنا چور کر دیا اور نازیوں کا صفایا کر ڈالا۔ اسی شہر میں دس لاکھ لوگوں نے اُس جنگ میں حب الوطنی کی مثال پیش کی اور اپنی قربانی دی۔ ان دس لاکھ لوگوں میں سے قریب دو لاکھ لوگوں کو اکٹھا ہی دفنایا گیا۔

اس مقبرے پر میں اور ددن جی ترجمان لڑکی اُلاّ کے ہمراہ گئے تھے۔ اس کے گیٹ پر دو لال جھنڈے جھکے ہوئے لہرا رہے ہیں۔ مقبرہ بہت وسیع علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ آنے جانے کے لئے بیچ میں پکا راستہ ہے۔ گلاب اور دوسرے کئی قسم کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ داخل ہوتے ہی کچھ دوری پر امر جوتی جل رہی ہے۔ میں اور ددن جی مقبرے کے آخری حصے تک گئے۔ سب سے آخر میں مادر وطن کا ایک بہت بڑا مجسمہ ہے۔ ہزاروں لوگوں کے ساتھ ہم دونوں نے بھی لینن گراد کے بہادر سپوتوں کو ہدیہ عقیدت پیش کیا۔

بہت سے دولہا دلہن یہاں عقیدت کے پھول چڑھانے آتے ہیں۔ انہیں دیکھ ہم نے اُلاّ سے پوچھا کہ یہ رسم کب، کیوں اور کیسے شروع ہوئی۔ اُس نے بتایا کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ ان بہادروں کی قربانی کا ہی نتیجہ ہے کہ ہمیں اس طرح سکھ چین سے زندگی بسر کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اسی لئے خود بخود ایسا ہونے لگا۔ شادی کے فوراً بعد دولہا دلہن شہیدوں کی قربان گاہ پر پھول چڑھانے کے لئے آنے لگے، دنیا کو نازیوں سے بچانے والے ان سپوتوں کو ہدیہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت مجھے بھی آج نصیب ہوئی۔

لینن گراد بہت پرانا شہر ہے۔ اس قدیم شہر کی عمارتیں مجسموں سے سجی ہوئی ہیں۔ نیوا ندی اس کے بیچ سے بل کھاتی ہوئی دھیمی چال سے بہتی ہے۔ اس ندی میں سیلاب آتا رہتا ہے اور یہ تباہی مچاتی رہتی ہے۔ لیکن سوویت حکومت نے اس سے نہریں نکال کر اس کے پانی کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ شہر کے اندر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی کئی نہریں ہیں جن کے دونوں طرف عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ان نہروں پر جگہ جگہ پل بنے ہوئے ہیں۔ یہ اتنے خوشنما ہیں کہ دل موہ لیتے ہیں۔ شہر کے چوراہوں پر جگہ جگہ شہنشاہوں کے علاوہ عظیم لینن، کیروف، پشکن، گورکی جیسے شاعر، ادیب اور عالموں کی یادگاریں بنی ہوئی ملتی ہیں۔ انھیں کے ساتھ وہ یادگاریں بھی دکھائی پڑتی ہیں جن میں نازیوں سے بہادر روسیوں کی جنگ کے سین پیش کئے گئے ہیں۔ انھیں لوگوں کے نام پر یہاں کے راستوں اور محلوں کے نام بھی رکھے گئے ہیں۔

عمارتوں کی دیواریں بہت دبیز ہیں اور یہ چار، پانچ اور چھ منزلہ ہیں، قدیم شہر ہونے کی وجہ سے جو عمارتیں مرمت طلب ہوتی ہیں یا بالکل ہی بوسیدہ ہیں اور جن کی تعمیر نو ضروری ہے اُن کی اُسی طرح مرمت کرکے اور اُسی طرح نئی عمارت بنواکر سوویت حکومت پرانے شہر کے قدیم نقش کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہے اور اس کے لئے ایسی عمارتیں بنانے کی صلاحیت رکھنے والے معماروں کی خدمات خاص طور سے حاصل کرتی ہے۔ اسی طرح بیس پچیس عمارتوں کی مرمت ہوتے میں نے بھی دیکھی ہے۔

لینن گراد تہذیبی مرکز ہونے کے علاوہ ایک صنعتی شہر بھی ہے۔ چھوٹے موٹے کارخانوں کے علاوہ اس میں بہت بڑے بڑے صنعتی ادارے بھی ہیں۔ مکان بنانے کی صنعت کا یہ مرکز ہے اور ایک ساتھ ۲۵ ہزار فلیٹ بناکر یہاں سے دوسرے شہروں کو بھیجتا ہے۔ ٹریکٹر کا کارخانہ ہمارے ملک کے علاوہ دوسرے ۶۴ ممالک کو ٹریکٹر برآمد کرتا ہے۔ یہاں جوتے بنانے کا بھی ایک کارخانہ ہے۔

اس قابل فخر شہر کے لوگ بھی بہت مہذب ہیں۔ یہ اپنے بہادروں پر فخر کرتے ہوئے اپنے کو بھی اُنھیں کی طرح ڈھالنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

اس شہر میں آج کل سیاحوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بدیسوں سے کالے، گورے سیاح ہر جگہ گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لینن گراد کے لوگ ان بدیسیوں کو دیکھتے ہی مسکراکر اُن کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم دونوں بھی روز شام کو کئی گھنٹے تک شہر کی سڑکوں پر، بازاروں اور دکانوں میں گھومتے رہے۔ ہمارے بند گلے کے کوٹ دیکھ کر لوگ "انڈین، انڈین" کہکر سر ہلا دیتے تھے کالے، گورے کا فرق لینن گراد یا ماسکو میں کہیں نظر نہیں آتا۔ کالے لوگوں کا روسی عوام زیادہ ہی احترام کرتے ہیں۔ میں نے لینن گراد کی تمام سیر گاہوں، پارکوں، سڑکوں، بازاروں کی سیر کرتے ہوئے کہیں بھی کوئی بھکاری نہیں دیکھا بلکہ بھکاری لفظ ہی یہاں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہاں ایک آدمی بھی بے کار نہیں ہے، کام زیادہ ہے اور آدمی کم ہیں۔ پنشن یافتہ لوگ پوری پنشن لیتے ہوئے بھی کام میں لگے ہیں اور اُس کی پوری اجرت پاتے ہیں۔ اس لئے ہلکے پھلکے کاموں میں زیادہ تر بوڑھے مرد اور عورتیں کام کرتے نظر آتے ہیں۔ راجاؤں کے محلوں اور گرجوں میں ہزاروں ٹن سونا ہے، لیکن وہاں میں نے کوئی پہریدار نہیں دیکھا۔ ان کی نگرانی ساٹھ ستر سالہ بوڑھی عورتوں کے سپرد ہے۔ پارکوں میں سونے کے فوارے بنے ہوئے ہیں وہاں بھی کوئی پہریدار نہیں رہتا۔ چوری، کام چوری، دھوکے بازی کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام تک روسی نہیں جانتے ۔ یہ سب سوشلسٹ سماج کی دین ہے ۔

سیاحوں کے ہوٹل

روس میں سبھی ہوٹل حکومت کا محکمہ سیاحت چلاتا ہے ۔ سیاحوں کو قابل دید جگہوں پر لے جانے اور لے آنے ترجمانوں کا بند وبست وغیرہ کا کام ہوٹل کا محکمہ سیاحت ہی انجام دیتا ہے ۔ جرمن ، جاپانی ، اسپینی ، فرانسیسی اور انگریزی سبھی زبانوں کے ترجمان آسانی سے دستیاب ہیں ۔ عام طور سے یہ کام لڑکیاں ہی کرتی ہیں ۔ دن کے دس بجے اور دو بجے دو وقت بسوں پر ترجمانوں کے ساتھ قابل دید جگہوں پر سیاحوں کو لے جایا جاتا ہے ۔ ہوٹل میں بہت اچھی صفائی ہے ۔ کمرے کے قالین ، پلنگ کی چادریں ، کھڑکیوں کے پردے بہت ہی صاف ستھرے ہیں ۔ ہوٹل کے محکمہ سیاحت کے ذریعہ سیاحوں کو ہوائی جہاز اور ریلوے کے ٹکٹ کا انتظام کیا جاتا ہے ۔ ہوٹل کی گاڑیاں ہی سیاح کو ایئر پورٹ اور ریلوے اسٹیشن پہونچاتی ہیں ۔ اس کے لئے انھیں کوئی رقم ادا نہیں کرنی پڑتی ۔ کوئی سیاح اگر کسی کو ٹپ دینا بھی چاہے تو اُسے بہت نرمی سے منع کر دیا جاتا ہے ۔

کراسنایا استریلا (لال تیر)

ماسکو سے لینن گراد جانے کے لئے اور لینن گراد سے ماسکو آنے کے لئے کراسنایا استریلا (لال تیر) نام کی تین گاڑیاں پانچ پانچ منٹ کے وقفے سے چھوٹتی ہیں ۔ گاڑیاں بالکل ٹھیک وقت پر چھوٹ جاتی ہیں اور ٹھیک مقررہ وقت پر پہونچ جاتی ہیں ۔ ہر گاڑی میں ۱۸ ڈبے ہوتے ہیں ۔ گاڑیوں میں صرف ایک ہی درجہ ہوتا ہے ۔ پلیٹ فارم کے لئے کوئی ٹکٹ نہیں ہے اور وہاں کافی صفائی رہتی ہے ۔ کوئی خونچے والا ، چائے ، سگریٹ یا دوسری چیزیں بیچنے والا اسٹیشن پر دکھائی نہیں پڑتا ۔ مسافر اپنے نمبر کی گاڑی کے ڈبے کے پاس جاکر کنڈکٹر کو اپنا ٹکٹ دکھا کر اس میں داخل ہو کر سونے کے کیبن میں چلا جاتا ہے ۔ گاڑی کے گارڈ سے لے کر ہر ڈبے کے کنڈکٹر تک کا کام عورتیں ہی کرتی ہیں ۔ سونے کے لئے کیبن میں دو سیٹیں ہوتی ہیں ۔ سیٹیں گدے دار ہیں اور ان پر روئی کا ایک اور گدا ہوتا ہے جس پر سفید دھلی چادر بچھی ہوتی ہے ۔ تکیوں کے غلاف بھی سفید ہوتے ہیں ۔ ایک تولیہ بھی رکھا ہوتا ہے ۔ موٹا کمبل سفید غلاف میں لپٹا ہوا موجود ہوتا ہے ۔ کیبن میں نیچے قالین بچھا رہتا ہے ۔ اور اس کی کھڑکی پر دو رنگین پردے ٹنگے ہوتے ہیں ۔ ایک ٹیبل بھی رکھا ہوتا ہے ۔ اوپر ٹیوب لائٹ کا ایک جوڑا لگا ہوتا ہے اور بغل میں ایک ٹیوب لائٹ بھی ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ پڑھنے کے لئے الگ روشنی کا انتظام ہے ۔ سونے کا کیبن بہت ہی صاف ستھرا رہتا ہے ۔ ڈبے کے کاریڈور میں بھی قالین بچھا ہوا ہے ۔ سونے کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیبن کے ساتھ ساتھ پوری ٹرین ایرکنڈیشنڈ ہوتی ہے۔ یہ لال تیز گاڑی ماسکو سے لینن گراد کے ۶۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ ٹھیک آٹھ گھنٹے میں طے کرکے ٹھیک وقت پر پہونچ جاتی ہے۔ اسی لال تیز سے میں اور ددن جی گئے تھے اور اسی سے ماسکو واپس ہوئے تھے۔

لینن میوزیم، ماسکو

میں اور ددن جی انٹورسٹ ہوٹل سے والگا نام کی ایک ترجمان لڑکی کے ساتھ لینن میوزیم میں ٹھیک بارہ بجے داخل ہوئے۔ جاتے وقت راستے میں ترجمان لڑکی سے تعارف کراتے ہوئے ددن جی نے میرے بارے میں بتایا کہ میں بہت پرانا پارٹی ممبر ہوں۔ چنانچہ لینن میوزیم میں پارٹی ممبر ترجمان کو والگا نے روسی میں یہ بات بتا دی۔ اس کے بعد پارٹی ممبر ترجمان نے ہم دونوں کو لینن سے متعلق چیزوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

دروازے سے داخل ہوتے ہی لینن کا ایک بہت بڑا مجسمہ ہے۔ اس کے بعد تہہ بہ تہہ چیزیں محفوظ رکھی ہوئی ہیں۔ لینن کے طرح طرح کے فوٹو دیواروں پر ٹنگے ہیں، بچپن سے لے کر سن بلوغیت تک کی تصویریں آویزاں ہیں۔ وکالت پاس کرنے کی بھی ایک تصویر ہے۔ ان میں ماں، بہن، بیوی اور رشتے داروں تک کے فوٹو ہیں۔ یہ لینن کی ہمیشہ مدد کرتے رہے ہیں۔ دو ایک تصویریں ایسی ہیں جن میں مزدوروں کے درمیان لینن تقریر کرتے نظر آتے ہیں یہ بہت ہی پر اثر ہیں۔

ایک جگہ پر لینن کا معمولی کوٹ پتلون اور چادر رکھی ہیں جو وہ انڈر گراونڈ زمانے میں پہنا کرتے تھے۔ ایک میز، کرسی، دوات بھی رکھی ہے جس سے لینن اُس زمانے میں لکھنے پڑھتے تھے۔ میز پر ایک معمولی گلاس اور چائے چھاننے کی چھلنی رکھی ہے۔ لینن خود چائے بناتے تھے۔ ایک صندوق بھی رکھا ہے جس میں ان کی جلاوطنی کے زمانے میں غیر قانونی خطوط اور دستاویزات لائی جاتی تھیں۔ صندوق اس ڈھنگ سے دو حصوں میں بنا ہوا ہے کہ اوپری حصے میں کپڑے وغیرہ رہتے تھے اور نیچے کے حصے میں خطوط اور دستاویزیں پوشیدہ رکھی جاتی تھیں۔

غیر قانونی پریس والی عمارت کا ایک نمونہ بھی رکھا ہے۔ نیچے تہہ خانے میں غیر قانونی پریس چلتا تھا۔ سامنے اوپر کی طرف ایک پھل کی دکان تھی اور دوکاندار ہمدرد تھا۔ اس دکان کے سامنے پولیس تھانہ تھا اور پھل کی دوکان پر پولیس والے آتے جاتے رہتے تھے۔ پھر بھی پریس کا کام بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا تھا۔

لینن کی شطرنج کھیلنے کی میز بھی موجود ہے۔ اُس پر شطرنج کے بادشاہ، اونٹ، گھوڑے، وزیر کی گوٹیں رکھی ہیں۔ میز میں پوشیدہ خانے ہیں جن میں غیر قانونی دستاویزیں رکھی جاتی تھیں۔ کئی بار پولیس نے تلاشی لی۔ پھر بھی اس میز میں دستاویزیں محفوظ رہیں۔ اس میز کا نقشہ خود لینن نے تیار کیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لینن پولیس کو چکمہ دے کر اُس کے سامنے سے نکل جاتے تھے۔ اسی لئے کبھی سر پر نقلی بال لگا لیتے تھے، کبھی داڑھی مونچھ صاف کر لیتے تھے اور کبھی چہرے مہرے میں تبدیلی کر لیتے تھے۔

لینن جلاوطن رہتے ہوئے بھی اپنا اخبار نکالتے تھے۔ ڈنمارک سے 'اسکرا' (چنگاری) نامی اخبار وہ نکالتے تھے اور اسے ملک کے کونے کونے میں مزدوروں اور کسانوں تک پہونچایا جاتا تھا۔

لینن جلاوطنی کی حالت میں انڈر گراونڈ رہ کر روزانہ تین خط لکھا کرتے تھے جو پارٹی کے کارکنوں اور عوام کی تربیت کے بارے میں کافی لمبے ہوتے تھے اور پوری پارٹی کی صورت حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یہاں وہ تصویر بھی دیکھنے کو ملتی ہے جبکہ ۱۹۰۵ء میں پہلے انقلاب کے وقت بغاوت کر کے راج محل کے سامنے عوام جمع ہو گئے تھے جن پر زار نے گولی چلوا کر ایک ہی جگہ پر دو ہزار آدمیوں کو مروا دیا تھا اور نہ جانے کتنے آدمی زخمی ہوئے تھے۔ اس میوزیم کی دوسری منزل پر بھی لینن سے متعلق خطوط، دستاویزیں اور ان کی کتابیں رکھی ہیں۔ ۱۹۱۷ کے انقلاب کے بعد جس گاڑی پر لینن چڑھتے تھے وہ گاڑی بھی یہیں رکھی ہوئی ہے اور جس دفتر میں وہ کام کرتے تھے اس کا نمونہ بھی یہاں بنا ہوا ہے۔ اس عمارت میں کتبخانہ بھی ہے جس میں دو ہزار کتابیں ہیں۔ لیکن لینن کی اصلی لائبریری میں دس ہزار کتابیں تھیں۔ دفتر میں چار گدے دار کرسیاں ہیں، بیچ میں میز رکھی ہے۔ اسی جگہ وہ کام کرتے تھے یا مہمانوں اور دوسرے لوگوں سے بات چیت کرتے تھے۔ دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ لینن ضرور کہیں یہیں موجود ہیں لیکن کرسی پر نہیں بیٹھے ہیں۔ انڈر گراونڈ زمانے میں لینن نے ڈیڑھ سو خفیہ ناموں سے کتابیں اور مضامین لکھے تھے جس میں سے لینن نام سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ لینن روسی زبان میں کوئی خاص لفظ نہیں ہے۔ لیکن ان کی بیوی کرپسکایا کا کہنا تھا کہ لینا ندی کے تعلق سے لینن نام رکھا گیا تھا۔ انڈر گراونڈ زمانے کی تکالیف کے بارے میں جب پوچھا گیا تو کرپسکایا نے کہا تھا کہ بھوک سے مرے تو نہیں موت کے دروازے تک پہونچ گئے تھے۔

سارا میوزیم دیکھنے کے بعد ہم لوگ ایک ہال میں گئے جہاں لینن سے متعلق فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ فلم تقریباً آدھے گھنٹے کی تھی۔ لیکن یہ آدھا گھنٹہ ایسا بیتا جیسے ایک منٹ ہو۔ فلم میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تین میٹنگوں میں لینن کو تقریر کرتے دکھایا گیا تھا۔ ایک میٹنگ میں لینن کچھ دیر سے آئے تھے۔ جلسہ شروع ہو گیا تھا۔ کوئی کھڑا تقریر کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر لینن جلسے کی ڈائس پر نہیں گئے بلکہ سیڑھیوں پر بیٹھ کر نوٹ لینے لگے۔ اس کے بعد آ کر جلسے کو خطاب کیا۔ ایسے ہی یوم انقلاب، سامراجی دست اندازی اور صدر کے انتقال کے مواقع پر لینن کو جلسوں میں حصہ لیتے دکھایا گیا ہے۔ اس بار تو لینن ڈائس پر نہ ہو کر مزدوروں اور عام جنتا کے درمیان کھڑے یوم انقلاب کی کارروائی دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح بدیسی نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے اُنھیں دکھایا گیا ہے۔

ہم دونوں نے ڈیڑھ دو گھنٹے تک لینن میوزیم دیکھا۔ میں نے لینن کی چھوٹی موٹی کئی کتابیں بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی رکھی تھیں اور ان سے متعلق فلمیں بھی دیکھ چکا تھا۔ لیکن آج ماسکو میں آکر عظیم لینن کے بارے میں میں نے جو کچھ دیکھا اس سے میرا دل خوشی سے بھر گیا

ماسکو میں تھیٹر

دو دن سے بارش ہو رہی تھی۔ آسمان پر دھند چھائی ہوئی تھی بیچ بیچ میں زوروں کی بارش ہو جاتی تھی۔ لیکن دوسرے دن قریب ۱۲ بجے سے بارش بند ہو گئی۔ پھر بھی بادل منڈلا رہے تھے۔ ایسی حالت میں ددن جی دفتر سے آگئے اور بولے کہ تیار ہو جائیے تھیٹر چلنے کے لئے۔ میں ٹکٹ لایا ہوں۔ بس پھر کیا تھا میں اور ددن جی پانچ بجے گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اسٹیشن پر ریل سے اتر کر باہر آئے۔ اس اسٹیشن پر میٹرو کی تین لائنیں بدلی جا سکتی ہیں۔ یہ کریملن کے بھی نزدیک ہے۔

ہم لوگ کئی بڑے چوراہوں کو، کہیں انڈر گراونڈ راستے سے اور کہیں اوپر سے، پار کرتے ہوئے اسی جانے پہچانے کریملن کے احاطے میں پہونچے۔ اس کریملن میں چوتھی بار آنے کا موقع ملا۔ کچھ دن قبل ہم اسلحہ جات کا میوزیم دیکھنے آئے تھے تو اسی دروازے سے باہر نکلے تھے۔ آج میں اسی دروازے سے اندر داخل ہو کر نزدیک کے جدید طرز سے بنی کئی منزلہ عمارت کے پاس پہونچے۔ یہ وہی عمارت ہے جہاں روس کی کمیونسٹ پارٹی کی بائیسویں کانگریس منعقد ہوئی تھی۔ آج ہم لوگ اسی عمارت کے کانگرس بھون میں تھیٹر (اوپرا) دیکھنے کے لئے پہلے دروازے پر ٹکٹ دکھا کر اندر گئے۔

ابھی ہمارے پاس ۴۵ منٹ کا وقت تھا کیونکہ تھیٹر سات بجے شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے ہم دونوں اس عمارت کی ہر منزل کو گھوم کر دیکھنے لگے۔ اس عمارت میں سفید سنگ مرمر اور سنگ سرخ سے جو فرش بنے ہیں وہ بہت ہی دلکش ہیں۔ سیڑھیاں بجلی سے ہر وقت چلتی رہتی ہیں جس سے لوگ اوپر نیچے تیزی اور آسانی سے آجا سکتے ہیں۔

ہم لوگ جب دوسری منزل پر پہونچے تو تیس تیس سالہ نینا نام کی ایک لڑکی نے آکر یکبارگی ہم سے پوچھا: "آپ ہندستانی ہیں"؟ وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتی تھی۔ ددن جی نے جواب دیا — "ہاں"۔ وہ میرے بند گلے کے کوٹ کی طرف اشارہ کر کے بولی — "یہ کوٹ جواہر لال نہرو کا ہے"۔ ددن جی نے پوچھا — "کیا آپ نے نہرو جی کو دیکھا ہے"؟ وہ بولی — "ہاں، ہاں، جب میں چھوٹی تھی"۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے فلمی ہیرو راج کپور کا بھی نام لیا۔

وہ ہم دونوں کو ساتھ لے کر اوپر ہال میں گئی جہاں پر کبھی شاہانہ کھانا ہوا کرتا تھا۔ یہ ہال سب سے اوپر کی منزل پر ہے جہاں سے کریملن پوری طرح نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ عرقوں اور آئس کریم کے بوتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لگے ہوئے ہیں جن سے تھیٹر آنے والے چیزیں لے کر کھاتے پیتے ہیں۔ ہم لوگ نیچے کی طرف چلے۔ بیچ بیچ میں وہ لڑکی ہم لوگوں کے بارے میں اور ہندستان سے متعلق کچھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی اور کچھ روسی میں پوچھتی رہی۔ وہ کہتی گئی کہ ہندستانی اچھے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا۔ "جب راستے میں کسی ہندستانی کو میں دیکھتی ہوں تو ضرور ملتی ہوں۔" اُس نے بتایا کہ وہ مجسمہ ساز اور مصور ہے۔ جب ہم لوگوں نے اپنے بارے میں بتایا کہ ہم دونوں کمیونسٹ ہیں تو وہ ہنس کر کہنے لگی کہ کرشن اور یوگ کے دیش میں بھی مارکس کے پیروکار ہیں۔ ہم لوگوں نے خوب باتیں کیں۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے ہم دونوں نینا کے ساتھ ہال میں آئے اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ٹھیک سات بجے تھیٹر شروع ہوا اور قریب گیارہ بجے ختم ہوا۔ بیچ بیچ میں وقفہ بھی ہوتا رہا۔ زبان نہ جانتے ہوئے بھی یہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اداکار بہت منجھے ہوئے تھے۔ ان کی حرکات و سکنات اور بول چال بہت ہی پرکشش تھی۔ ساتھ میں سازوں کا بہت ہی خوبصورت تال میل تھا۔ ماضی کے شہنشاہوں کے عوام پر مظالم اور ان سے نجات اس تھیٹر کا موضوع ہے۔ نینا ہم لوگوں سے کچھ دور بیٹھی تھیں۔ وقفہ کے وقت آکر کہانی بتا جاتی تھیں اور پوچھتی تھیں کہ ہمیں کیسا لگ رہا ہے۔ جب تھیٹر ختم ہوا تو نینا ہم لوگوں کے ساتھ باہر تک آئیں اور ہم سے رخصت ہو کر اپنے راستے چلی گئیں۔ ہم دونوں بھی بارہ بجے اپنے گھر پہنچے۔

لینن گراد کا سرمائی محل

ماسکو میں ایک ماہ بتانے کے بعد آج تین جولائی کو لینن گراد جانے کی تیاری کرتے ہوئے ہم جذبات میں غرق ہیں۔ یہ وہی لینن گراد ہے جہاں عظیم لینن بولشویک پارٹی کی قیادت کرتے تھے، مزدوروں کسانوں کو منظم کرتے تھے، زار شاہی کے استحصال اور مظالم کے خلاف عوام، مزدوروں اور کسانوں کو مسلح لڑائی کے لئے تیار کرتے تھے۔ یہ وہی لینن گراد ہے جہاں زار نے عوام پر گولی چلوا کر دو ہزار لوگوں کو مروا ڈالا تھا اور ۵۰۰ کو زخمی کرایا تھا۔ اسی لینن گراد سے اورورا جہاز نے پہلا گولہ داغ کر انقلاب کی ابتدا کی تھی اور زار شاہی کو ختم کیا تھا۔ اسی لینن گراد کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے ہٹلری فوجوں نے نو سو دن تک اسے گھیرے رکھا تھا۔ بمباری اور گھیرے کی وجہ سے اسی شہر کے باشندوں کو کھانا بھی نہیں پہونچایا جا سکتا تھا۔ ایسی حالت میں بوڑھے، جواں، مرد، بچے راستہ چلتے یا نیند میں ڈوبے موت کے گھاٹ اتر گئے تھے۔ لیکن لال فوج اور لینن گراد کے بہادر عوام نے چھاپہ ماروں کے ذریعے جان کی بازی لگا کر بہادروں کے اس شہر کی حفاظت کی تھی اور لینن گراد کو فتح کرنے کے ہٹلر کے خواب کو چکنا چور کیا تھا۔ لال فوج نے ہٹلر اور اس کی فوج کو مٹی میں ملا کر برلن پر سرخ پرچم لہرایا تھا۔ آج اُسی بہادروں کے شہر کو دیکھنے کی تیاری ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آج رات کو ددن جی کے ہمراہ نزدیک کے انڈر گراؤنڈ ریلوے اسٹیشن وار سا سکایا سے روانہ ہوکر ہیں کومسکایا ریلوے اسٹیشن پہونچا اور وہاں سے لینن گراد جانے والی ریل پکڑنے کے لئے ماسکو اسٹیشن گیا۔ کراسنایا استریلا (لال تیر) نام کی تیز رفتار گاڑی اسٹیشن پر کھڑی تھی۔ اسی میں ہم دونوں کو جانا تھا۔ دس نمبر کے ڈبے میں نمبر ایک اور دو ہم لوگوں کے سونے کا کیبن تھا۔ گاڑی ٹھیک وقت پر چھوٹ گئی۔ رات کو سونے کے بعد صبح ٹھیک وقت پر ہم لوگ لینن گراد پر اترے اور ٹیکسی لے کر آستوریا ہوٹل آئے۔ دفتر کی طرف سے ددن جی کو ایک مراسلہ دیا گیا تھا۔ اسی کی بدولت اس ہوٹل میں ہمیں آسانی سے کمرہ مل گیا۔

یہ وہی آستوریا ہوٹل ہے جہاں لینن گراد کی فتح کے بعد ہٹلر نے جشن فتح منانے کا خواب دیکھا تھا۔ دعوت کا دن مقرر اور اس میں شامل ہونے والوں کا انتخاب بھی کر لیا گیا تھا۔ اس ہوٹل کو بمباری سے بچایا گیا تھا جبکہ سارا شہر بموں سے برباد کر دیا گیا تھا لیکن لال فوج اور لینن گراد کے جانباز عوام نے موت سے کھیل کر ہٹلر کے اس خواب کو دھول میں ملا دیا تھا۔ اس ہوٹل کے سامنے خوبصورت ایک چھوٹا سا پارک ہے۔ ایک طرف لینن گراد سوویت کا دفتر ہے اور دوسری طرف سینٹ آئزک کیتھڈرل ہے۔ گول چوک پر زار اول نکولس کا گھوڑے پر سوار مجسمہ ہے۔ یہ وہی نکولس ہے جس نے دسمبر گروپ کے انقلابیوں کو ختم کرنے میں زبردست تمہید ادا کی ہے۔

سب سے پہلے ہم لوگوں نے ہرمیتاج دیکھا۔ یہی زار راجاؤں کا مشہور و معروف سرمائی محل ہے۔ اسی عمارت میں ۱۹۱۷ء میں زار شاہی کا خاتمہ ہوا۔ ایک سے ایک ملحق یہ پانچ عمارتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں کافی بڑے بڑے تین سو کمرے ہیں۔ اس میں نایاب مجسمے رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں ڈھائی لاکھ کے قریب فن پارے موجود ہیں۔ رافایل، کرمونار دو داونسی، تشلین، مائکل انجیلو وغیرہ بہت سے مشہور عالم مغربی فنکاروں کے نایاب فن پارے یہاں دیکھنے کو ملے۔ انہیں ہم نے ڈھائی گھنٹے تک دیکھا اور ترجمان لڑکی اُلّا سے ان کی تفصیلات معلوم کیں۔ اس عمارت کی خوبصورتی بھی حیرت انگیز ہے۔ ادھر فن پاروں سے بھرا ہے تو ادھر سونے و جواہرات سے جگمگا رہا ہے۔ سونا اس میں راجاؤں کے استحصال کی علامت ہے جو اپنے دل بہلاؤ کے لئے طرح طرح کے تیوہار منعقد کیا کرتے تھے۔

سوویت حکومت نے ایک بھی فن پارے کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اس کی دیکھ بھال پر کافی خرچ کر کے اس عمارت کی سجاوٹ کو برقرار رکھا ہے۔

یہ سرمائی محل آج ایک میوزیم کی شکل میں ہے اور عوام کے لئے یہ کھلا ہوا ہے۔ روز ہزار ہا لوگ یہاں سجے فن پاروں کے ساتھ ساتھ، گزشتہ زمانے کے راجاؤں اور رانیوں کی جنت کو دیکھتے ہیں۔ ہم دونوں نے بھی اسے دیکھا اور اس راستے کو بھی دیکھا جہاں مزدوروں، کسانوں نے گھس کر عارضی حکومت کے وزرا کو پکڑ کر قیدی بنایا تھا۔

اس سرمائی محل کے پیچھے کی عمارتوں سے ملحق نیوا ندی بہہ رہی ہے۔ سامنے وسیع چوک ہے جس کے بیچوں بیچ نیپولین پر فتح کی یادگار بنی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر کے وقت ٹھنڈ سے سیمنٹ جم جاتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ اس لئے پانی کی جگہ اور کا استعمال کر کے اس کی تعمیر کی گئی تھی ۔ سامنے کی طرف راجاؤں کے سپہ سالاروں کی رہائش گاہ ہے ۔

اسے دیکھنے کے بعد ہم دونوں دس بجے تک لینن گراد کی سڑکوں اور بازاروں کی سیر کر کے ہوٹل واپس آ گئے ۔ اس وقت بھی سورج چمک رہا تھا کیونکہ روسی وقت کے حساب سے ۱۲ بجے رات کو سورج ڈوبتا ہے ۔

لینن گراد میں لینن کا انڈر گراونڈ رجلیو گاؤں

پیٹر اوّل نے اس شہر کو ۱۷۰۳ء میں پیترو گراد نام سے بسایا تھا اور جوزاروں کی راجدھانی کی حیثیت سے مشہور عام تھا ۔ سوویت حکومت نے لینن کے نام پر اسے لینن گراد نام دیا سوویت روس کا یہ دوسرا بڑا شہر ہے ۔ یہاں کی آبادی چالیس لاکھ ہے ۔ آج اسی لینن گراد میں آ کر لینن کی یادگاریں دیکھنے نکلے ہیں ۔

ترجمان لڑکی مارنیا کے ساتھ ہم لوگ شہر سے ۲۹ کلومیٹر دور آباد رجلیو گاؤں کے لئے روانہ ہوئے ۔ شہر سے باہر نکلنے پر سڑک کے دونوں طرف چیڑ کے درختوں کی قطاریں ہیں ۔ کہیں بیچ گاؤں میں اور ہرے بھرے کھیت بہت ہی دلکش ہیں ۔ سڑک پر بسوں کا ایک بڑا قافلہ دکھا کر مارنیا نے بتایا کہ گرمی کی چھٹیوں میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا گروپ 'بچوں کا گاؤں' نام سے مشہور ایک پائنیر کیمپ جا رہا ہے ۔ آگے بڑھنے پر سمندر دکھا کر مارنیا نے بتایا کہ یہ فن لینڈ کی کھاڑی ہے ۔ کچھ اور آگے جانے پر اور دائیں سمت مڑنے پر بائیں جانب ہمیں لینن کا ایک مجسمہ دکھائی پڑا ۔ مارنیا نے بتایا کہ یہ اُسی رجلیو گاؤں کا علاقہ ہے جس میں لینن رہتے تھے ۔ اسی میں ایملیانوف نامی ایک مزدور تھا جو کسانی بھی کرتا تھا ۔ لینن اسی کے گھر میں انڈر گراونڈ طور پر رہتے تھے ۔ کچھ دور اور چلنے کے بعد وہ جگہ آئی جہاں بسیں رکتی تھیں ۔ ہم لوگ بس سے اتر کر مارنیا کے ساتھ دونوں طرف گھنے چیڑ کے درختوں کے بیچ سے پیدل چل کر فن لینڈ کھاڑی کے کنارے پہونچے ۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں لینن کھاڑی کے اس پار سے ناؤ کے ذریعے آ کر اترے تھے ۔ پاس ہی میں ایملیانوف کا وہ تاریخی مکان ہے جہاں ایک جھونپڑی میں لینن رہا کرتے تھے ۔

لینن کی رہائشی جھونپڑی کا ایک نمونہ پتھر پر بنا ہوا ہے ۔ پاس ہی نمونے کی ایک جھونپڑی بھی بنی ہوئی ہے جو بہت ہی دلکش ہے ۔ یہاں لینن کے نام پر ایک میوزیم بھی ہے جس میں اس وقت کے فائدیں کے ساتھ لینن کی تصویر بھی ہے ــــ ٹوپی پہنے ہوئے ، بغیر داڑھی مونچھ کے ۔ جس ناؤ جس پر وہ آئے تھے ، چائے بنانے کے برتنوں ، کھیتی کے اوزاروں اور جو کپڑے وہ پہن کر کھیت میں کام کرتے تھے ، ان سبھی کے نمونے میوزیم میں دیکھنے میں آتے ہیں ۔ اس انجن کا بھی نمونہ رکھا ہوا ہے جس پر لینن لینن گراد سے فن لینڈ چلے گئے تھے ۔ جھونپڑی کے پاس ہی وہ جگہ دیکھی جہاں لینن چائے بناتے تھے ۔ وہ پیڑ کے نیچے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیٹھ کر اخباروں کے لئے خطوط اور مضامین لکھا کرتے تھے ۔ اسی جگہ بیٹھ کر انہوں نے "ریاست اور انقلاب" نامی کتاب لکھی تھی ۔ یہیں سے انہوں نے چھٹی پارٹی کانگریس کی رہبری کی تھی ۔

یہیں پر چیڑ کے ایک بلند قامت پیڑ پر چڑھ کر ایمیلیانوف کا چھوٹا بیٹا پولیس کی نگرانی کرتا تھا ۔ اس جگہ کے بارے میں لینن کہا کرتے تھے کہ یہاں لکھنے پڑھنے کی سب آسانیاں ہیں لیکن مچھر کچھ پریشان کرتے ہیں ۔ اُس وقت کی روسی عارضی حکومت نے لینن کو جرمن خفیہ ایجنٹ کہکر بدنام کرنے کی کوشش کی ۔ تب لینن عدالت میں حاضر ہونے کے خواہشمند تھے ۔ لیکن چھٹی کانگریس نے متفقہ رائے سے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا اور انہیں ریل کے ایک انجن میں بیٹھا کر فن لینڈ بھیج دیا گیا ۔ لینن کے ساتھ ایمیلیانوف کا بڑا بیٹا بھی گیا تھا ۔ وہ انجن فن لینڈ اسٹیشن پر ابھی تک محفوظ ہے ۔ اس کے بعد لینن لینن گراڈ اُس وقت واپس آئے جب مزدوروں اور کسانوں نے عارضی حکومت کو مقید کر لیا ۔ یہ سب دیکھ سُن کر مجھ پر بہت اثر ہوا ۔

لیو ٹالسٹائے کا گاؤں یاسنایا پولیانا

یاسنایا پولیانا جانے کے لئے صبح چھ بجے ہم لوگ گھر سے روانہ ہوئے ۔ سات بجے دوستی منزل پہونچ گئے ۔ یاسنایا پولیانا جانے کے لئے ماسکو کے ہندستانیوں کی طرف سے انتظام کیا گیا تھا ۔ ترقی اشاعت گھر اور ریڈیو وغیرہ میں کام کرنے والے سب لوگ دوستی منزل پر جمع ہوئے ۔ آٹھ بجے وہاں سے بس چل پڑی ۔ ماسکو شہر کے بیچ سے جانے والے وارسا کے راستے پر ہماری بس آگے بڑھنے لگی ۔

یاسنایا پولیانا ماسکو سے دو سو کلومیٹر دور ہے ہمارے ساتھ دو ترجمان لڑکیاں تھیں ۔ ایک ماسکو نیوز ہفتہ وار کا فوٹو گرافر بھی ساتھ تھا ۔ وارسا روڈ پر جیوں جیوں بس ماسکو سے دور ہوتی گئی تیوں تیوں چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی دکھائی دینے لگی ۔ سڑک کے دونوں طرف آباد گاؤں بھی دکھائی پڑے ۔ گاؤں میں ہر گھر کے پاس پھول کے پودے اور سیب کے پیڑ پھلوں سے لدے دکھائی پڑ رہے تھے ۔ کچھ دور اور آگے بڑھنے پر گھنا جنگل شروع ہوا ۔ اس میں چیڑ اور دیودار کے درخت تھے ۔ اس جنگل کے ختم ہوتے ہی لمبے چوڑے کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ یہاں کی زمین پہاڑی کی طرح اونچی اور ترائی کی طرح نیچی ہے ۔ زمین اونچائی پر ہے ، ڈھلان پر ہے یا نچلی سطح پر ہے بہت زرخیز ہے ۔ آلو اور چارے کے کھیت دور تک لہلاتے ہوئے نظر آئے ۔ کہیں کہیں مکا اور گیہوں کے کھیتوں میں مشینوں سے کٹائی ہوتی دکھائی پڑی ۔ گائے شالہ کی گایوں کے جھنڈ کے جھنڈ چراگاہوں میں چرتے نظر آئے ۔ اس کے بعد آکا ندی کا پل ہم نے پار کیا ۔ اس ندی کے دونوں کناروں پر دور تک ہرے بھرے کھیت بہت ہی لطف دیتے ہیں ۔ کھیتوں میں مشینوں سے چھڑکاؤ کر کے سینچائی کی جا رہی تھی ۔ ندی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے دونوں کناروں پر اونچی نیچی زمین پر سیب کے پیڑوں کے بیچ گاؤں کی تھا ہمارے ہمالیہ کے پہاڑی گاؤں کی یاد دلا تھے ۔ یہیں پر کیروف کا مشہور سرکاری فارم ہے ۔

ماسکو سے قریب ڈیڑھ سو کلو میٹر دور تُلا شہر میں ہماری بس پہونچی ۔ یہ بہت قدیم شہر ہے ۔ ا اہم صنعتی شہر کی آبادی چھ لاکھ ہے ۔ یہاں شہر کے بیچ میں کچھ دیر کے لئے ہم رُکے ۔ جیوں ہی ہم لوگ بس سے نیچے اترے کہ روسیوں کا مجمع لگ گیا جس میں خواتین زیادہ تھیں ۔ ہم لوگ ہندستانی ہیں یہ سن کر وہ اور خوش ہو رہی تھیں ۔ ان کو ہماری عورتوں کی ساڑی ، سینڈل اور ماتھے کی بندی بہت اچھی لگ رہی یہ شہر بھی نازی بربادی کا خمیازہ بھوگ چکا ہے ۔ حب الوطنی کی عظیم جنگ میں ایک ساتھ تین پشتیں ۔۔۔ دا باپ ، بیٹا ۔۔ لڑے تھے ۔ اس چھوٹے شہر میں ۶۶ آدمیوں کو " سوویت یونین کے جانباز " کا تمغہ دیا گیا شہر کے بیچ میں شہیدوں کی یادگار بنائی گئی ہے جہاں امر جوتی جل رہی ہے ۔ شہیدوں کی اس یادگار کے گارڈ پائنیر بچے ہوتے ہیں جو یونیفارم پہنے کندھے پر بندوق رکھے گارڈ کی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں ۔ ہر چالیس منٹ بعد گارڈ بدلے جاتے ہیں ۔ اس میں لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ۔ یہاں ایک بڑا پالی ٹکنیک کا ادارہ ہے جس میں ۲۲ ہزار طالبعلم تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ ان میں بہت سے بدیسی طالب علم بھی ہیں شہر اونچی نیچی زمین پر بسا ہے ۔ اس میں بہت سے چھوٹے بڑے کارخانے ہیں ۔ ٹرام ، ٹرالی ، بس اور ٹیکسی کے ذرائع آمد و رفت کا انتظام بہت ہی اچھا ہے ۔

یہاں سے روانہ ہونے کے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہم لوگ یاسنایا پولیانا گاؤں میں پہونچے ۔ کچھ ہی دو پر لیوتالستائے کا مقبرہ اور میوزیم ہے ۔ اس کے بڑے دروازے پر ملیشیا کے دو جوان تھے ۔ ہم دو کے جتھے میں ترجمان لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہوئے ۔ لیوتالستائے اعلیٰ طبقے کے تھے ۔ اُن کی یہاں جا ہیکٹر کی جاگیر تھی ۔ اس میں بڑے بڑے تالاب ہیں ۔ گھنے جنگل کی طرح یہاں چیڑ اور دیودار کے درخت ہ سامنے کی طرف پھیلے ہوئے سیبوں کے باغیچے ہیں ۔ تالستائے کے پاس اس زمانے سے مطابقت رکھنے والا اصطبل تھا جس میں آج کل باغیچے میں کام آنے والے اوزار اور سامان رکھے جاتے ہیں ۔ داخلے کے دروازے سے سیدھے باغیچے میں سے ہوتے ہوئے اسکول کی عمارت اور میوزیم تک راستہ چلا جاتا ہے ۔ یہ د اسکول ہے جس میں تالستائے غریب مزدوروں اور کسانوں کے بچوں کو پڑھاتے تھے ۔ لیکن جب زار کو معلو ہوا کہ اس اسکول میں غریب عوام کے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے تو فوراً اسکول کو بند کرا دیا گیا ۔ یہاں سے کچھ ہی د پر تالستائے کا اپنا مکان ہے جس میں میوزیم ہے ۔ اسی مکان میں ان کے دادا اور ماں باپ رہتے آئے تھے ۔ عمارت میں ان کی پیدائش کے ڈیڑھ سال بعد ہی اُن کی ماں اور نو برس بعد باپ مر گئے تھے ۔

تالستائے نے ماسکو میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی ۔ اس کے بعد اسی عمارت میں انھوں نے عا میں مشہور ناول " جنگ و امن " ، " پنر جنم " لکھے اور ان میں کاٹ چھانٹ کی ۔ اسی عمارت میں ۲۲ ہزار کتابوں کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی کتبخانہ تھا جس میں روسی کے علاوہ فرانسیسی، جرمنی، انگریزی وغیرہ زبانوں کی کتابیں بھی تھیں۔ وہ خود بھی بہت سی زبانیں جانتے تھے۔ وہ جس کمرے میں رہتے تھے اُس میں ان کا اپنا پلنگ ہے اور اس کے علاوہ لکھنے پڑھنے کی میز کے ساتھ وہ مشہور صوفہ بھی وہیں ہے جس پر اس عظیم ادیب کو ماں نے جنم دینے کا فخر حاصل کیا تھا اور اسی صوفے پر تالستائے کے تیرہ بچے پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اسی صوفے کا ذکر اپنے ناول میں کیا ہے۔

دوسرے کمرے میں مہاتما گاندھی کی "تلاش حق" کے علاوہ اُن سے خط و کتابت کی نقلیں بھی محفوظ ہیں۔ یہیں پر کسرت کرنے کا ان کا سامان رکھا ہے ان کا نجی سامان گاؤن وغیرہ بھی یہیں رکھے ہیں۔ پاس میں ہی ان کی بیوی صوفیہ کا کمرہ ہے۔ تالستائے نے اسے 'منحوس' کمرہ کہا ہے کیونکہ یہیں آکر صوفیہ کی سہیلیاں طرح طرح کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ اس سے اُن کے پڑھنے لکھنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی۔ کھانے کی میز بھی موجود ہے۔ تالستائے پہلے گوشت کھاتے تھے، بعد میں وہ سبزی خور ہو گئے تھے۔ اسی لئے میز پر ایک طرف گوشت کھانے والے بیٹھتے تھے اور دوسری طرف سبزی کھانے والے۔ جس کمرے میں وہ باہری لوگوں سے بیٹھ کر باتیں کرتے تھے۔ پاس ہی ان کے سکریٹری کا کمرہ ہے۔ اس پوری عمارت میں ان کے دادا، باپ، بیوی، بہنوں اور بھائی کے فوٹو دیواروں پر ٹنگے ہیں۔ اس زمانے کی بندوق اور بہت سی استعمال کی چیزیں بھی یہاں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ پوری عمارت تالستائے میوزیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں روز ہزاروں آدمی آتے رہتے ہیں۔

لیو تالستائے عظیم ادیب ہونے کے علاوہ عوام میں بھی مقبول تھے۔ وہ کئی بار مقامی لوگوں کے دکھ درد کے معاملات لے کر ماسکو پیدل آتے جاتے تھے اور زار سے بات چیت کر کے عوام کی تکلیف کم کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے۔ وہ پولیانا سے ماسکو تک چھ سات دن تک میں پہونچتے تھے۔ اسی طرح آخری بار ۸۲ برس کی عمر میں وہ مقامی لوگوں کی تکالیف دور کرانے کے لئے ماسکو پیدل جا رہے تھے تبھی راستے میں ۱۹۱۰ء میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ آج کل اس جگہ کا نام تالستائے رکھ دیا گیا ہے۔

تالستائے کی وصیت کے مطابق ان کے مکان سے کچھ دور پر ان کی جاگیر کے احاطے میں ہی اُنھیں دفنایا گیا اور انھیں کی خواہش کے مطابق ان کا مقبرہ کچی مٹی کا ہے۔ مقبرے کی جگہ اُن کا کہنا تھا کہ اس جگہ پر زمین کے نیچے ایک ایسی چھڑی ہے جس کے مل جانے سے امن قائم ہو جائے گا۔ آج اس مقبرے پر ہزاروں لوگ روز آکر چپ چاپ خاموش کھڑے ہو کر انھیں عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ دولہا دلہن یہاں بھی آکر پھول قبر پر رکھ کر سکھی زندگی کی تمنا کرتے ہیں۔ آج مجھے بھی اپنے بیٹے ددن جی، اپنی بہو راج اور اپنے پوتوں ارون و امت کے ساتھ اس عظیم ادیب لیو تالستائے کی قبر پر کھڑے ہو کر ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کا سنہرا موقع نصیب ہوا۔

اس عظیم ادیب کے متبرک مکان کو بھی نازیوں نے نہیں بخشا۔ جنگ کے دوران نازی افسر و سپاہی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس میں رہ کر اسے کافی برباد کر گئے تھے ۔ جب سوویت یونین کی بہادر فوج اور جانباز شہریوں نے انھیں بھگایا تو پسپا ہوتے وقت اس میں توڑ پھوڑ کرنے کے علاوہ اس مکان میں آگ لگا کر بھی انھوں نے بہت نقصان پہونچایا ۔ اس کی مرمت کر کے پھر اسے ویسا ہی بنا دیا گیا ۔

اس دو سو کلومیٹر کے سفر میں سوویت یونین کے بہت سے مناظر، لیوتالستائے میوزیم اور مقبرہ کو دیکھ کر میں کئی یادیں لئے واپس لوٹا ۔

سوویت یونین میں تعلیم

اسکولوں اور کالجوں میں تین ماہ کی چھٹی پوری ہو گئی ہے ۔ اگست کے آخری ہفتے میں ہی بچوں کی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے ۔ دوکانوں میں بچوں کے یونیفارم ، جوتے ، بیگ وغیرہ خریدنے کی ہل چل دیکھنے میں آتی ہے ۔ پہلی ستمبر کو اسکول کھل جاتے ہیں ۔ اس لئے ۳۱ اگست کو پھولوں کی خریداری دیکھنے کے قابل ہوتی ہے ۔ پہلی ستمبر کو جب بچے اسکول جاتے ہیں تو سبھی کے ہاتھوں میں پھول ہوتے ہیں ۔ بچوں کے ساتھ ان کے ماں باپ بھی ہوتے ہیں ۔

میرے دو پوتے ارون اور امت بھی ایک سال تک روسی پڑھنے کے بعد اُس اسکول میں جاتے تھے جہاں انگریزی پڑھائی جاتی ہے ۔ یہ اسپیشل اسکول نمبر ۲۶ کہلاتا ہے ۔ جب بچوں کا داخلہ کرانے کے لئے ڈائریکٹر سے ملاقات کی گئی تو انھوں نے لسٹ دکھا کر کہا کہ کوئی جگہ نہیں ہے ۔ یہ سن کر ہم لوگ بہت فکرمند ہوئے ۔ ہم لوگوں کو فکرمند دیکھ کر ڈائریکٹر بولیں ۔ "میں ان بچوں کو ہند روس دوستی کی علامت کے طور پر داخل کر لیتی ہوں ۔" یہ سن کر ہم لوگوں کی پریشانی خوشی میں بدل گئی ۔ بچوں کا نام درج کر کے پرچی دیتے ہوئے وہ بولیں کہ ہمارے اسکول کے کلب کا نام ہندستان کے مشہور عالم شاعر ٹیگور کے نام پر "ٹیگور کلب" ہے ۔

پہلی ستمبر کو جب ہم بچوں کو لے کر اسکول روانہ ہوئے تھے ۔ تو سارے راستے ٹراموں اور بسوں میں جاتے ہوئے بچے دکھائی پڑے ۔ ان سب کے ہاتھوں میں پھول تھے ۔ راستے میں پھول ہی پھول نظر آرہے تھے ۔ بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ خوشی خوشی اپنے اسکول کے راستے پر جاتے ہوئے دکھائی پڑ رہے تھے ۔ جب ہم لوگ ٹرام سے اتر کر اسکول کے راستے پر چلنے لگے تو سیکڑوں بچوں کے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے ایسے لگ رہے تھے جیسے پھولوں کا باغیچہ چلا جا رہا ہو ۔

اسکول پہونچنے کے بعد بچے اپنی اپنی کلاس کی استانیوں کے پاس صف میں کھڑے ہو گئے ۔ یہاں پر پہلے سے دسویں درجے تک کے طالب علم پڑھتے ہیں ۔ اسکول کئی منزلہ عمارت میں ہے ۔ طلبہ کی کافی تعداد تھی پورا پارک بھرا ہوا تھا ۔ آس پاس ماں باپ کی بھی کافی بھیڑ تھی ۔ بچے اور اُن کے ماں باپ سبھی خوش نظر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آرہے تھے۔ لاؤڈ اسپیکر سے گانے گائے جارہے تھے۔ رسم کے مطابق ایک آدمی ایک بچی کو کندھے پر اٹھائے بچوں کی قطاروں کے سامنے دوڑ رہا تھا۔ بچی ایک گھنٹی بجاتی جارہی تھی۔ اسکول کھلنے کے مقررہ وقت پر دسویں درجے کے لڑکے، لڑکیاں پہلے درجے کے نئے بچوں کو ان کے کلاس تک پہونچاتے ہیں اور سبھی بچے اپنی کلاسوں میں پہونچ کر اپنے ہاتھ کے پھول استانیوں کو پیش کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہم لوگ اسکول کی ڈائریکٹر سے ملنے گئے۔ وہ بہت خوش ہو کر ہم سے ملیں اور کہنے لگیں کہ ان دونوں ہندستانی بچوں کو داخل کر کے مجھے بہت مسرت ہو رہی ہے۔ یہ بچے ہندروس دوستی اور ٹیگور کلب کی علامت بن کر ہمارے اسکول میں رہیں گے۔

سوویت یونین میں اس دن ہر سال چالیس لاکھ بچے اسکول جانا شروع کرتے ہیں یہاں ۵۷ زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ان بچوں کو صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور کتابیں مفت دی جاتی ہیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیل کود اور صحت پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ یہاں میرے پوتوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس پر مجھے فخر ہے۔

سوویت یونین کے شہروں کو ہر طرح کی تعلیم پانے کا حق حاصل ہے اور ہر طرح کی تعلیم مفت ہے۔ پورے دس برسوں کی ثانوی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہاں کوئی بھی نجی یا چندے پر چلنے والی تعلیم گاہ نہیں ہے۔ ثانوی سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک سبھی تعلیم گاہیں سرکاری ہیں اور سبھی شہریوں کے لئے ان کے دروازے کھلے ہیں۔ آٹھویں درجے کے بعد سبھی بچے پیشہ ورانہ تربیت کا انتخاب کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس طرح پیشے اور ہنر سیکھتے ہوئے وہ دسویں درجے کا سرٹیفکٹ حاصل کر لینے کے بعد وہ یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہیں اور اس طرح تعلیم حاصل کرنے کی آخری منزل تک پہونچتے ہیں۔ اپنی خواہش کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں سوویت نوجوانوں کے راستے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ آٹھویں اور دسویں درجے کے بعد جو لڑکے لڑکیاں اپنے پیشے اور ہنر سے متعلق اسکولوں میں داخلہ لیتے ہیں ان کا سارا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے اور انھیں کام کی مشق کے دوران انھیں مقررہ بھتہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ لمبی چھٹیوں کے دوران طرح طرح کے تعمیری کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور انھیں کام کا محنتانہ ادا کیا جاتا ہے۔

اس ملک میں مزدور طبقے اور کسانوں کے بچوں کو مشہور سائنسداں، انجنیر یا ڈاکٹر کا عہدہ حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اسی لئے آج ان عہدوں پر وہ لوگ فائز ہیں جو کارخانوں اور کھیتوں میں کام کرنے والوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

سوویت یونین میں بچوں کو سب سے اعلیٰ امانت مان کر انھیں ہر طرح کی آسانیاں بہم پہونچائی جاتی ہیں۔ اسی سے سوویت یونین روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اسی سے بچوں میں حوصلہ، انسانی اقدار، حب الوطنی، زندگی کی طرف پرخلوص رجحان اور دوسروں کی طرف ذمہ داری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی تعلیم کے سبب ہی یہاں کے لوگوں میں نیکی و فراست، انسانی عظمت کی حفاظت اور بنی نوع انسان کے لئے امن و فلاح کی خاطر جدوجہد کرنے کا جذبہ دکھائی پڑتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوویت یونین کی معاشی ترقی کی نمائش

ماسکو شہر کے شمالی گوشے میں وید نہامیٹرو کے پاس ہی یہ نمائش لگی ہے ۔ وید نہامیٹرو سے باہر نکلتے ہی پاس ہی خلائی فتح کی یادگار نصب ہے ۔ اس کی شکل آسمان میں تیزی سے جاتے ہوئے راکٹ کی سی ہے جس کی بلندی ۳۰۸۲ افٹ ہے ۔ دیکھنے میں یہ بہت حسین ہے ۔ اس کے نچلے حصے میں سائنس دانوں کے مجسمے بنے ہوئے ہیں ۔ نمائش سے ملحق سوویت یونین کا ٹیلی ویژن مرکز یہاں سے دکھائی پڑتا ہے ۔ اس کے ٹاور کی اونچائی ۷۰۰ افٹ ہے ۔ یہ سارے یورپ میں سب سے بڑا ہے ۔ اس میں ۱۸ اسٹوڈیو ہیں جن میں سے ہر ایک ۱۲سو مربع گز کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے ۔

وید نہامیٹرو سے کچھ دور چلنے کے بعد نمائش میں داخلے کا دروازہ آتا ہے ۔ اس کے پاس وہی جانا پہچانا مجسمہ ہے ۔ ایک مرد اور عورت اپنے ہاتھ میں ہتھوڑا ہنسیا اٹھائے کھڑے ہیں ۔ یہ مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد کی علامت ہے ۔ اسے ویر مکھینا نے ۱۹۳۷ء میں بنایا تھا ۔ سب سے پہلے اسے پیرس کے عالمی میلے میں سجائے گئے سوویت منڈپ میں لگایا گیا تھا ۔ نمائش کے اندر جانے کے لئے داخلے کے دروازے پر لگی مشین میں ۲۰ کوپک ڈالنا ہوتا ہے ۔ اندر کی طرف کچھ دور جانے کے بعد سنہرے رنگ کا ایک گول فوارہ آتا ہے ۔ اس کے چاروں طرف پندرہ عورتیں الگ الگ ملبوسات میں کھڑی ہیں ... سوویت یونین کی پندرہ جمہوریتوں کی علامت کے طور پر انھوں نے اُن کے خاص لباس پہن رکھے ہیں ۔

سوویت یونین کرۂ ارض کے چھٹے حصے میں پھیلا ہوا ہے ۔ سارے ملک کی معاشی ، سائنسی ، صنعتی ، زرعی ترقی کو پیش کرنے کے لئے آٹھ سو ایکڑ زمین پر یہ نمائش لگائی گئی ہے ۔ اس کی شروعات ۱۹۴۵ء میں ہوئی تھی ۔ اس میں ۷۹ منڈپ ہیں جو سوویت یونین کی سبھی جمہوریتوں کی ترقیاتی جھانکی پیش کرتے ہیں ۔

۷۹ میں سے ۳۲ کا تعلق زرعی ترقی سے ہے ۔ ان منڈپوں میں زراعت میں کام آنے والے سارے اور سبھی مشینیں رکھی ہیں ۔ ٹنکی ، ٹریکٹر ، ہارویسٹر ، سینچائی کی مشین کے علاوہ چھوٹے بڑے بہت سے آلات یہاں نظر آتے ہیں ۔ کیمیائی دواؤں کے چھڑکنے کی مشین بھی یہاں رکھی ہوئی ہے ۔ سوویت یونین کے موٹر ٹریکٹر کے کارخانے اور زراعتی مشینیں بنانے والے کارخانے دیہاتی اور شہری محنت کشوں کے لئے نئی نئی مشینیں بنا رہے ہیں ۔ یہی نہیں بلکہ ۶۰ سے زیادہ ممالک کو یہ مشینیں برآمد بھی کی جاتی ہیں ۔ انھیں میں وہ بیلوروسی ٹریکٹر بھی ہے جسے ہندستان بھیجا جاتا ہے

سوویت یونین میں جوتائی ، بوائی ، نرائی ، گڑائی ، سینچائی ، فصل کاٹنا ، اناج اور بھوسے کو الگ کرنا غرضیکہ زراعت کا ہر کام ہاتھوں کے بدلے خاص طرح کے کمبائن کرتی ہیں ۔ مشین ہی پھلوں کو بٹورتی اور چھانٹتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ آلو، گاجر، مٹر، ٹماٹر اکٹھا کرنے اور کپاس سے روئی الگ کرنے کا کام کمبائنوں کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ سینچائی ۴ نالیوں کی جگہ مصنوعی بارش کی شکل میں کی جاتی ہے۔ کیمیائی دواؤں کا چھڑکاؤ مشینوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ یہاں پر ایسی ایسی مشینیں بنائی گئی ہیں جن سے ریگستانی یا دلدل میں گرمی یا برفیلی سردی میں رہنے والے لوگ بغیر کسی دقت کے کام کر سکیں۔ انھیں سے نئی زمین کو قابل زراعت بنا کر پیداوار بڑھائی جا رہی ہے۔

نمائش میں بجلی کے ساز و سامان کا منڈپ، ڈاکٹری آلات کی صنعت کا منڈپ، ریڈیو الکٹرانک منڈپ، تعمیرات مکان منڈپ، تعلیم منڈپ اور آمد و رفت منڈپ ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اور بلند انجنیرنگ منڈپ ہے جو ۲۴۶ فٹ اونچا ہے۔ یہ سب دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سوویت یونین کس تیزی سے کامیابی کے ساتھ صنعت کاری میں آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل کام سب مشینوں کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ راستے پر جھاڑو دینے، کوڑا پھینکنے سے لے کر مکان بنانے، ریل لائنیں بچھانے، پہاڑ توڑنے، نالیاں کھودنے تک سارا کام مشینوں سے لیا جاتا ہے۔

کاسموس منڈپ بھی بہت پرکشش ہے۔ اس میں سائنس سے متعلق سبھی آلات کے علاوہ خلائی فتح کی جھانکی دکھائی گئی ہے۔ اس کے سامنے دو بڑے ہوائی جہازوں کے نمونے رکھے ہوئے ہیں۔ منڈپ کے اندر سب سے پہلے خلا میں جانے والے اسپوتنک اور سب سے پہلے خلائی مسافر یوری گگارن کو لیجانے والا جہاز سے لے کر لونا خود، سیوز، چاند بگھی، سوویت اور امریکی جہازوں کو جوڑنے والے جہاز کے علاوہ بہت سے راکیٹوں اور جہازوں کے نمونے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ طرح طرح کے سائنسی آلات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ داخلے کے دروازے پر خلا میں پرواز کرنے والے یوری گگان، ویلنیتینا تیر شکووا وغیرہ کی بڑی بڑی تصویریں لگی ہیں۔ اس منڈپ کو دیکھنے کے لئے لوگوں کی کافی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ خاص کر چھٹیوں کے دن ساری نمائش میں مجمع ہی مجمع ہوتا ہے۔ میں بھی سارا دن نمائش کے منڈپوں میں گھومتا رہا، دیکھتا رہا اور حیرت و استعجاب میں ڈوبتا گیا۔

مذہبی آزادی

ہمارے ملک میں لوگ سوویت یونین کو اپنا بہترین دوست تصور کرتے ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ بیکاری، بے روزگاری اور مہنگائی کی لعنت سے پاک ایک خوشحال اور امن پسند ملک ہے۔ لیکن غلط پروپگنڈے کا شکار ہو کر یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ سوویت یونین میں مذہبی آزادی ہے؟۔ اس لئے میں نے ماسکو، لینن گراد اور یاسنایا پولیانا کے گرجوں کو دیکھنے میں خاص دلچسپی دکھائی۔ لینن گراد میں ایک بہت بڑی مسجد بھی ہے جسے جا کر میں نے دیکھا۔ اس کے بعد میں نے طے کیا کہ جاگورسک بھی دیکھنا چاہئے جہاں درجنوں گرجے ہیں اور جو عیسائیوں کا متبرک مقام ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انٹورسٹ سے ہر جمعہ کو سیاحوں کو لے کر بس جاگورسک جاتی ہے ۔ اسی میں اپنے بیٹے کے ساتھ میں جاگورسک کے لئے روانہ ہوگیا ۔ ہمارے ساتھ تانیا نام کی ایک ترجمان لڑکی بھی تھی ۔ بس انٹورسٹ سے چل کر کریملن کے سامنے سے گزرتی ہوئی میر پراسپیکٹ (شانتی پتھ) ہوتی ہوئی شہر کے باہر نکلی اور یارو سلاول راج پتھ سے جاگورسک کے لئے تیز رفتاری سے بڑھنے لگی ۔ یہی وہ راستہ ہے جس سے زار راجہ کریملن سے جاگورسک مٹھ تک عبادت کی غرض سے پیدل جایا کرتے تھے ۔ آج کل یہاں انوکھا موسم خزاں شروع ہوگیا ہے ۔ اس لئے راستے کے دونوں کنارے پر کھڑے درختوں کی پتیاں پیلی ہوگئی ہیں ۔ کچھ دن پہلے یہاں ہریالی ہی ہریالی تھی ۔ اب پتیاں پیلی ہوکر ٹہنیوں سے چپک گئی ہیں ۔ دور دور تک راستہ اور جنگل پیلا ہی پیلا دکھائی پڑتا ہے ۔ اس خوبصورت منظر کا دو گھنٹے تک لطف لینے کے بعد ۷۱ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے ہم جاگورسک پہونچے ۔ شہر کے اندر ہماری بس چلتی رہی پارکوں میں اور چوراہوں پر لینن و جاگورسکی کے مجسمے نصب ملے ۔ آخر میں مٹھ کے سامنے بس رک گئی ۔

اس شہر کا نام مشہور انقلابی جاگورسک کے نام پر رکھا گیا ہے ۔ اس کی آبادی دس لاکھ ہے اور یہاں کا مٹھ چودھویں صدی میں قائم ہوا تھا ۔ اسے تسرواتسے سیرگیئیوسکی کہتے ہیں ۔ اس کی تعمیر صدیوں تک ہوتی رہی ہے ۔ دکساٹرینیٹی گرجا سب سے پرانا ہے ۔ یہ ۱۴۲۳ء میں بنا تھا ۔ مٹھ کو قائم کرنے والے سینٹ سیرگیس رودونیز سکی کی قبر پر سفید پتھر سے اس کی تعمیر ہوئی ہے ۔ اندر کی دیواروں پر فن مصوری کے مشہور فنکار خلیف اور چیرنی نے تصویریں بنائی ہیں ۔ یہاں کے پادریوں کا اس قدر اثر تھا کہ راجہ لوگ ان کے کہنے کے مطابق ہی عمل کرتے تھے ۔ یہ ایک قلعہ کی طرح بہت بڑے رقبے میں پھیلا ہوا ہے ۔ ایک ہتھیار بند فوج کی چھاونی کی طرح بہت طاقتور مٹھ تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار لیتھونیائی اور پول باشندوں نے ۱۶۰۸ء میں اس پر حملہ کر دیا تھا اور سولہ مہینے تک گھیرا ڈالے رکھنے کے بعد قبضہ کرنے میں ناکام ہوکر انہیں ۱۶۱۰ء میں پسپا ہونا پڑا ۔ جب پول لوگوں نے ایک بار کریملن پر قبضہ کر لیا تھا تو عام آدمیوں کی فوج منظم کرکے ۱۶۱۲ء میں پوتوں سے لڑائی کرنے کے لئے جاتے وقت روس کے دو کسانوں مینین اور پوجارسکی نے اسی مٹھ میں پڑاؤ کیا تھا ۔

اس مٹھ میں ایک بڑا میوزیم ہے ۔ یہ ۱۹۲۰ء میں قائم ہوا تھا ۔ اس میں ۱۲ ویں صدی سے ۱۹ ویں صدی تک کے تعمیری نمونے رکھے ہوئے ہیں راجاؤں، جاگیرداروں کا نذر کیا ہوا سونا، چاندی اور جواہرات یہاں بھرا ہوا ہے ۔ کریملن کے راجاؤں، رانیوں کے سونے سے منقش اور ہیروں سے جڑے ملبوسات کی طرح ہی یہاں کے پادریوں کا لباس بھی چاندی اور موتیوں سے مزین ہے ۔ اس میوزیم میں اتنے موتی ہیں کہ سارے یورپ میں نہیں ہیں ۔ اس میں لکڑی، کپڑے، مٹی وغیرہ کے طرح طرح کے بہت سی قدیم دستکاری کی چیزیں محفوظ ہیں ۔ فرشتوں اور پادریوں کے ریشمی کپڑوں پر سونے چاندی اور موتیوں سے تصویریں بنی ہوئی ہیں ۔ یارو سلاول کے معماروں نے اس میں نقاشی کی ہے ۔ فن تعمیر کے ان بے مثال نمونوں، قدیم زیورات، ریشمی کپڑوں پر سونے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چاندی اور موتی سے بنی تصاویر اور روزمرہ کام آنے والی چیزوں کو دیکھنے کے لئے روز ہی یہاں لاکھوں لوگ آتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم لوگ اس گرجے میں گئے جہاں لوگ دیوتا کے مجسمے کے سامنے بتیاں جلا رہے تھے، پاک دیوتا پانی پی رہے تھے اور صف بندی کئے ہوئے نذرانہ وصول کر رہے تھے۔ نذرانہ جمع کرنے والے درجنوں تھے جو نذرانہ دینے والوں کا نام وغیرہ کھاتے میں لکھ لیتے تھے۔ اس کے بعد ہم اسپینسکو کیتھڈرل میں گئے۔ یہ بہت بڑا گرجا ہے یہ ۱۵۵۹ء سے ۱۵۸۵ء تک ۲۶ سال میں بن کر تیار ہوا۔ اسی میں عبادت ہوتی ہے۔ ٹھیک عبادت کے وقت ہم وہاں پہونچے اور ہزاروں لوگوں کے ساتھ عبادت کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ پادری ہاتھ میں کراس لئے کچھ کہہ رہے تھے اور لوگ ایک ہاتھ دوسرے پر رکھے عبادت میں مشغول تھے۔ جب تک عبادت ہوتی رہی تب تک ہم لوگ وہاں موجود رہے۔ اس کے بعد ہی ہم لوگ وہاں سے باہر آئے۔

دھیرے دھیرے دوسرے گرجا گھروں کو دیکھتے ہوئے ہم نے اُس گرجے کو دیکھا جسے کریملن کے "خوفناک ایوان" نامی راجہ نے بنوایا تھا۔ یہ راجہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے بیٹے کا قتل کرکے سب سے پہلے اس گرجے میں عبادت کرنے آیا تھا۔ اس مٹھ میں سوویت یونین کے کونے کونے سے لوگ آتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ غیر ممالک سے بھی کافی لوگ یہاں آتے ہیں۔

زارشاہی روس میں سبھی مذاہب موجود تھے۔ لیکن صرف روسی راسخ العقیدہ مذہب ہی سرکاری مذہب تھا اور صرف اسی کو سرکاری عہدیداروں کی حمایت حاصل تھی۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو ستایا جاتا تھا اور لامذہب کہا جاتا تھا۔

سوویت یونین میں انقلاب کے بعد مذہب کی بنیاد پر تمام مراعات اور پابندیاں ختم کردی گئی تھیں۔ کسی بھی سرکاری دستاویز میں کسی کے مذہبی رجحان کا کوئی اندراج نہیں کیا جاتا ہے۔ اس ملک میں جب شہری اسکول اور کالجوں میں داخلے کے لئے یا روزگار حاصل کرنے کے لئے درخواست دیتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ وہ کس مذہب کا ماننے والا ہے۔ سوویت یونین میں مذہب کو ماننے یا نہ ماننے کا شہریوں کو پورا حق حاصل ہے۔ لیکن مذہب کے نام پر نفرت اور دشمنی پھیلانا منع ہے۔ گرجا ریاست سے اور اسکول گرجے سے بالکل الگ ہے۔

انقلاب کے بعد کے زمانے میں انقلاب مخالف لوگوں نے کمیونسٹ پارٹی کی ہدایتوں اور سماجی تنظیم نو کے خلاف پادریوں کو اکسایا تھا۔ لیکن آج گرجے اور حکومت کے درمیان بہت اچھے تعلقات ہیں۔ یہ سوویت یونین میں مذہب کو ختم کرنے اور اس پر پابندی عائد کرنے کی ساری باتیں ہوائی ہیں اور محض غلط پروپیگنڈہ ہیں۔ روس میں بہت سے مذہبی فرقے ہیں جو انجیل، قرآن، مذہبی رسائل، جنتریاں اور فقہی کتب شائع کرتے ہیں۔ مذہبی تعلیم کے اعلیٰ اور ثانوی اسکول و کالج بھی چلائے جاتے ہیں۔ یہ مذہبی ضروریات کی چیزیں تیار کرتے ہیں اور مٹھ چلاتے ہیں۔ جو ماں باپ اپنے بچوں کو مذہبی عقاید کی تعلیم دینا چاہتے ہیں یا گرجا جاتے ہیں، حکومت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن پر کوئی بھی پابندی عائد نہیں کرتی - یہ بات ماں باپ کی خواہش پر منحصر ہے - لیکن عام اسکولوں میں، مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی -

سوویت یونین میں مذہبی معاملات سے متعلق کسی عمل کے لئے عدالتوں کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا ہے، اور نہ ہی اس سلسلے میں سرکار کسی کو سزا دیتی ہے - مذہبی خیالات کے لئے سزا دینے کا کوئی قانون نہیں ہے - زور زبردستی سے مذہب کی تبدیلی کو سختی سے منع کیا جاتا ہے - سوویت یونین میں مذہب ماننا یا نہ ماننا ہر آدمی کا شخصی معاملہ ہے - اس لئے یہاں سبھی لوگ اپنی خواہش کے مطابق آزادی سے اپنے مذہب کو مانتے ہیں -

سوویت یونین میں کافی عرصے تک رہنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ یہاں مذہبی رجحان، ذات، پیدائش، جائے رہائش یا جنس کی بنیاد پر نہ تو کسی طرح کی مراعات ملتی ہیں اور نہ ہی اُس وجہ سے کسی پر کوئی پابندی عاید ہوتی ہے - مجھے تو ایسا لگا کہ سوویت یونین نے ہر مذہب پرست کو اپنا مذہب ماننے کی جو آزادی دی ہے وہ دوسری جگہ موجود نہیں ہے - لیکن اپنا مذہب دوسرے پر تھوپنے کی اجازت بالکل نہیں ہے -

سوویت یونین میں عورتوں کا درجہ

آج دنیا کے ہر ملک میں عورتوں کی اپنی تنظیم ہے اور وہ منظم ہو کر مردوں کے برابر حقوق پانے کے لئے تحریکیں چلاتی ہیں - لیکن سوویت یونین کی خواتین کو ہر شعبہ زندگی میں مردوں کے برابر حقوق بہت پہلے سے ہی حاصل ہو گئے ہیں -

سوویت یونین کے دوران سفر ماسکو، لینن گراد، تلا، یاسنایا پولیانا، جاگورسک، سبھی جگہ میں نے دیکھا کہ یہاں خواتین چھوٹے سے لے کر بڑے ہوٹلوں تک کا سارا انتظام چلاتی ہیں - میوزیم کی دیکھ ریکھ کرتی ہیں - انٹورسٹ میں وہی زیادہ ہیں اور وہی ترجمان کا کام بھی کرتی ہیں - سبھی جگہوں کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی دوکانوں میں ان کا ہی دبدبا ہے - ریل، میٹرو، پانی کے جہاز کے اسٹیشنوں وغیرہ میں انھیں کے ذمہ کام ہوتا ہے - وہ ٹرام، ٹریکٹر، کمبائن، ہارویسٹر چلاتی ہیں، آپریشن کرتی ہیں، زمین کی پیمائش کرتی ہیں - کارخانے میں کام کرنے سے لے کر منتظم انجینیر تک ہیں - ہوائی جہاز میں اور پانی کے جہاز میں بھی ان کی پہونچ ہے - دنیا میں پہلی اور ابھی تک واحد خاتون ولینتینا تیریشکووا ہیں جنھوں نے خلا میں سفر کیا -

یہاں پڑھے بے پڑھے کی بات کرنا فضول ہے کیونکہ دسویں درجے تک پڑھنا لازمی ہے - اسی لئے سبھی مرد و عورت دسویں درجے سے اوپر کی تعلیم حاصل کئے ہوئے ملتے ہیں - سوویت یونین میں کوئی بھی انتخابی کالج نہیں ہے جس میں خواتین نہ ہوں -

مقامی ماسکو سوویت کو ہی لیجئے - آپ دیکھیں گے کہ منتخب نمائندوں میں خواتین کی تعداد نصف ہے -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سپریم سوویت میں بھی بہت سی خواتین نمائندہ ہیں۔ اس طرح نیچے سے اوپر تک خواتین کے بغیر نہ تو کسی چیز پر بات ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ مردوں کے ساتھ ہر شعبہ میں وہ کندھے سے کندھا ملائے مشکل سے مشکل کام آسانی سے انجام دے سکتی ہیں۔

ملکی تعمیر کے ہر شعبہ میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کی آمدنی زیادہ بڑھانے میں بھی خواتین مردوں سے پیچھے نہیں رہتی ہیں۔ وہ پنشن پانے کے بعد بھی اپنی خواہش کے مطابق کام کرتی ہیں۔ پنشن کے علاوہ کام کرنے کی اجرت انہیں الگ سے ملتی ہے۔ ایسی خواتین کو ہلکے سے ہلکا کام دیا جاتا ہے۔ اس لئے انہیں دوکانوں پر، میوزیم کے مہتمم کے طور پر، میٹرو اور پانی کے جہاز کے اسٹیشنوں پر طرح طرح کے کام کرتے دیکھا جا سکتا ہے۔ بہت سی خواتین اور مرد بھی اپنا روزمرہ کا کام کرنے کے بعد فرصت کے اوقات میں بھی کچھ نہ کچھ کام کرتے ہیں۔ اس طرح کام کرنے والے خواہش مندوں کو سرکاری اداروں کے ذریعہ ہی کام مہیا کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں کام تو بہت ہے لیکن کام کرنے والوں کی تعداد کم ہے۔ ایسی ہی ایک خاتون جو یونیورسٹی میں لکچرر ہیں ہمارے گھر پر روسی زبان سکھانے آتی ہیں۔ ان خاتون کے شوہر انجینیئر ہیں

ایک دن میں نے ان خاتون سے پوچھ ہی لیا کہ آپ بھی کام کرتی ہیں اور آپ کے شوہر بھی، آپ دونوں کی نوکری بھی اچھی ہے۔ آپ کو کسی طرح کی اقتصادی مشکل کا سامنا تو ہے نہیں۔ پھر آپ اپنے فرصت کے اوقات میں کام کیوں کرتی ہیں۔ اس کا جواب انہوں نے دیا کہ ہماری بچت زیادہ ہوتی ہے اور اس بچت سے ہم قیمتی چیزیں آسانی سے خرید لیتے ہیں ۔ جیسے عمدہ فرنیچر، الماری، سوفہ سیٹ، ٹیلی ویژن، موٹر کار وغیرہ یہی صحیح بات ہے۔ اسی سے آپ ہر گھر میں سوفہ سیٹ، الماری، ٹیلی ویژن، کپڑے دھونے کی مشین اور طرح طرح کے بجلی کے سامان دیکھ سکتے ہیں۔ آج روز بروز سوویت شہریوں کا رہن سہن کا معیار اونچا اٹھتا جاتا ہے۔

سوویت یونین میں انقلاب کے زیر اثر حکومت کے پہلے قانون کے ذریعہ خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہو گئے تھے۔ اسی لئے خواتین کو اقتصادی، تہذیبی، سیاسی سبھی شعبوں میں مردوں کے برابر حقوق حاصل ہو جانے کی وجہ سے انہیں مردوں کے برابر اجرت پانے، تعلیم، آرام اور من بہلاؤ، مفت تعلیم اور بڑھاپے کی پنشن (۵۵ سال) وغیرہ کے سبھی حقوق حاصل ہیں۔ انہیں قریب چار مہینے کی زچگی کی چھٹی ملتی ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کافی وسیع پیمانے پر ادارے قائم ہیں۔ اس لئے تعلیم حاصل کرنے، پیشے کے انتخاب، آگے بڑھنے اور کام کرنے کے سلسلے میں مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر خواتین کو عام طور پر مواقع ملتے ہیں۔ کسی بات یا کام میں خواتین کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جاتا۔

بچے کی نشوونما میں خواتین کی ذمہ داری مردوں سے مقابلے میں زیادہ ہے ۔ سوویت حکومت ماؤں اور روسی خواتین کو خاص مراعات دیتی ہے۔ نئے نئے گھریلو سازوسامان مہیا کئے گئے ہیں تاکہ گھریلو کام ہلکا ہو سکے۔ بچوں کی دیکھ بھال کے ادارے، کنڈر گارٹن، موسم گرما کے کیمپ، بورڈنگ اسکول وغیرہ کے ذریعہ ماؤں کا کام آسان بنایا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوویت یونین کا قانون حاملہ ہونے یا بچوں کے پالنے پوسنے کی بنیاد پر روزگار دینے سے انکار کرنے، خواتین کارکنوں کو برخواست کرنے یا ان کی اجرت کو کم کرنے کا انسداد کرتا ہے۔

سوویت حکومت کا قانون خواتین کو بھاری اور نقصان دہ کام دینے پر روک لگاتا ہے۔ پھر بھی فاشزم کے خلاف وطن پرست جنگ کے دوران خواتین ہر جگہ کام کرتی رہیں اور محاذوں پر کھائیاں کھودتی رہیں، کارخانوں میں مردوں کی جگہ مشین چلاتی رہیں، جنگی مورچے کے لئے ہتھیار بناتی رہیں اور محاذ جنگ کے آگے پیچھے چھاپہ مار لڑائی میں کافی سرگرم عمل رہیں۔

آج تک میں نے سوویت یونین کی خواتین کے بارے میں کتابوں اور مضامین میں جو پڑھا تھا یا سوویت سرزمین سے آنے والے دوستوں سے جو سنا تھا اُسے سوویت یونین میں آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر میں بہت ہی خوش ہوا ہوں۔

ٹیلی ویژن

میں جب سے سوویت یونین کی راجدھانی ماسکو میں آیا ہوں تب سے لگاتار ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہوں۔ ماسکو یا دوسرے شہروں میں جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں ٹیلی ویژن کے ذریعہ سوویت یونین کی جمہوریتوں، شہروں، گاوں کے لوگوں کا رہن سہن، صحت، تعلیم و تربیت، عادات واطوار، تعمیر، ساجھے کے زرعی فارموں، کھیلوں، ناچ رنگ اور حب الوطنی سے متعلق سبھی طرح کی جانکاری حاصل کرنے اور انھیں اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

میں جس وقت ماسکو میں آیا تھا ٹھیک اسی وقت سے ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء کی عظیم محب وطن جنگ کے بارے میں بیس قسطوں کی ایک فلم ہر روز ایک گھنٹے تک ٹیلی ویژن پر دکھائی جا رہی تھی۔ یہ فلم امریکی اداکار برٹ لنکاسٹر اور سوویت یونین کے فلمی ہدایت کار روبھان کارمین نے مل کر بنائی تھی۔ امریکہ کے لئے اس فلم کا نام "انجان جنگ" رکھا گیا تھا کیونکہ امریکہ کی نئی نسل نازی حملے کے ذریعہ چھیڑی گئی دوسری عظیم جنگ جیسے بھیانک، خوں فشاں، برباد کن جنگ کے بارے میں انجان ہے۔ لیکن سوویت یونین کے بچے، جوان، بوڑھے سبھی اس جنگ کے خوف و ہراس کو اچھی طرح جانتے ہیں اور یاد کرتے ہیں کیونکہ سوویت یونین میں اس جنگ نے دو کروڑ لوگوں کی جان لی تھی۔ اور یہاں کا کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جس کے کسی نہ کسی رکن نے جنگ میں اپنی قربانی نہ دی ہو۔ اس لئے سوویت یونین میں اس فلم کا "یاد" نام ہی کافی ہے۔

ازبکستان کے انقلابی ادیب اور شاعر حمزہ کی زندگی پر بنی آٹھ قسطوں کی فلم بھی میں نے دیکھی۔ حمزہ توہم پرستی اور سماجی برائیوں کے خلاف ساری زندگی لڑتے رہے۔ ان کی ہونے والی بیوی کو خودکشی کرنے پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجبور کیا گیا ۔ دوسری عورت سے جب ان کی شادی ہوئی تو اُسے زندہ جلا دیا گیا ۔ ان کے ماں باپ کو سخت تکلیفیں پہونچائی گئیں اور حمزہ کو اُن کے گھر اور گاؤں سے نکال دیا گیا ۔ ایک بار انھیں مار کر پھینک دیا گیا ۔ پھر کچھ دوستوں کی مدد سے وہ بچ گئے ۔ آخیر میں ان کی زندگی کا خاتمہ ہی کر دیا گیا ۔

۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد انقلاب مخالف اور وہائٹ گارڈوں کے خلاف کامریڈ فُنزے کی قیادت میں فیصلہ کن لڑائی اور اسی طرح کی 'کمیونسٹ' نام کی فلم دیکھی اور دوسری جنگ عظیم میں چھاپہ ماروں کی لڑائیوں کو بہت سی فلموں میں دیکھنے کا موقع ملا ۔ ابھی حال میں نیکولائی آستروسکی کی لکھی "آتشیں امتحان" نام کی فلم دیکھی جو انھیں کی زندگی سے متعلق ہے ۔ آج کل میں نومبر انقلاب کے موقع پر ایسی فلمیں دیکھ رہا ہوں ۔ حب الوطنی کے جذبے سے بھری ایسی فلمیں دکھا کر ہی بیتے واقعات یاد کئے جاتے ہیں ۔ اس سے سوویت عوام حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہوکر، ملک کی ترقی کے لئے کمر بستہ ہوکر تعمیر کے کاموں کو لگن سے پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں، جنگ کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور اسی لئے دنیا میں امن کے لئے دل و جان سے کوشاں ہیں ۔

میں ٹیلی ویژن پر سوویت یونین کے زرعی فارموں کے ہر کام کو لگاتار دیکھا ۔ پرتی اور دلدل کو قابل زراعت بنانا اور کھیتوں کو جتائی، نرائی، سینچائی، فصل کٹائی، بھرائی کے ساتھ ساتھ اناج اور چارے کی ڈھلائی کے نظارے دیکھے ۔ ان کاموں میں جو لوگ سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں انھیں جلسوں میں گیہوں کی بالی کی مالا، لال پرچم اور میڈل دئے جاتے ہیں ۔ میں نے برابر دیکھا ہے کہ یہی نظارا سوویت یونین کی دوسری جمہوریتوں کا ہے ۔ ابھی جولائی و اگست میں یہاں کٹائی کا موسم تھا ۔ وسیع لمبے چوڑے افق تک پھیلے ہوئے کھیتوں میں کمبائن ہارویسٹروں، ٹرکوں، ٹریکٹروں اور آدمیوں کو کام کرتے دیکھتے ہوئے ایسا لگتا تھا جیسے کہ فوجی جو ان ٹینکوں، سڑکوں پر میدان جنگ میں ہوں ۔ مگر یہ دوسرے قسم کی جنگ ہے ــــ سوویت عوام کا اپنا معیار زندگی سوشلزم سے کمیونزم کی طرف بڑھنے کا مورچہ ۔

کل کارخانوں، کوئلے کی کانوں، اسپات کے پلانٹوں، پیٹرول اور گیس کے کارخانوں، ریل کی پٹری بچھانے میں کام کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا ۔ سب سے بڑی ریلوے لائن 'بام ریلوے' ہے ۔ بام ریلوے سوویت یونین کے مغرب سے مشرق تک جاتی ہے ۔ اس کی تعمیر نوجوان لیگ (کومسومول) کے رکن کر رہے ہیں ۔ ان سارے نظاروں کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ ہر کام کرنے والا دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کر رہا ہے ۔ یہ مقابلہ چابکدستی سے زیادہ کام کرنے کا موقع ہے ۔

ٹیلی ویژن پر بچوں سے متعلق پروگراموں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے ۔ چھوٹے بچوں کو گڑیا کے ذریعہ روز آدھے گھنٹے تک کہانی سنائی جاتی ہے ۔ سنیچر کو اسکولوں میں چھٹی کے بعد اور اتوار کو کئی گھنٹے تک بچوں کا ایسا پروگرام ہوتا ہے جس سے اُن کے ذہن کی نشوونما ہو ۔ ان میں حب الوطنی حوصلہ پیدا کرنے والی اور سائنسی تکنیکی جانکاری کرانے والی فلمیں انھیں دکھائی جاتی ہیں اور کہانیاں سنائی جاتی ہیں ۔ صلاحیت پیدا کرنے کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کوشش ذہنی ترقی تک ہی محدود نہیں ہے ۔

اعلیٰ تعلیمی اداروں کے لئے اعلیٰ ریاضی، بائیولوجی، فزکس، فلسفہ وغیرہ کے اسباق بھی ٹیلی ویژن پر نشر کئے جاتے ہیں۔ پیشہ ورانہ اور تکنیکی اداروں کے لئے بھی سبق نشر ہوتے ہیں۔ اس طرح ٹیلی ویژن کا تیسرا چینل تعلیم سے متعلق روزانہ بارہ گھنٹے سے زیادہ عرصے تک ایسے پروگرام نشر کرتا ہے ۔ ڈاکٹروں، ٹیچروں، انجنیروں کے لئے بھی پروگرام ٹیلی ویژن پر دکھایا جاتا ہے ۔

ماسکو میں منعقد ۱۹۸۰ء کے اولمپک کے کھلاڑیوں کے انتخاب کے لئے اس سال جولائی اگست میں ایک فیسٹیول ہوا تھا جس میں دنیا کے بہت سے ملکوں کے ساتھ ہندستانی کھلاڑیوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ کھیل کے سبھی مقابلوں کو میں ٹیلی ویژن پر دیکھتا رہا ہوں یہاں کے سبھی طرح کے کھلاڑی کا معیار بلند ہے کیونکہ کھیل اور کھلاڑی دونوں کا خرچ حکومت کے ذمہ ہے اور کھلاڑیوں کو وہ ساری آسانیاں فراہم ہیں جو دفتر یا کارخانے کے کارکنوں، ڈاکٹر اور انجنیروں کو دستیاب ہیں بلکہ کھلاڑی بہت کم عمر میں ہی پنشن کے حقدار ہو جاتے ہیں ۔

سوویت یونین کے شہری اوپرا، بیلے، ناچ، ساز و گانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں ۔ اس لئے ہر جمہوریت میں ہونے والے اوپرا، بیلے، ناچ، آرکسٹرا اور نغمہ سرائی کو ٹیلی ویژن پر دکھایا جاتا ہے ۔

ملک اور بیرون ملک کی خبروں کے لئے بھی چالیس منٹ کا وقت مقرر ہے ۔ اس کے علاوہ دنیا کے ملکوں کے بارے میں الگ الگ ماہرین کے تبصرے بھی نشر ہوتے رہتے ہیں ۔ جس کے ذریعہ دیس بدیس کی سیاسی اور دوسری اہم ہل چل سے سوویت عوام کو متعارف کرایا جاتا ہے ۔ کوئی بھی ایسا شعبہ نہیں ہے جس کا ذکر ٹیلی ویژن پر نہ ہوتا ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سوویت شہری کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے ۔ ماسکو ٹیلی ویژن صبح سے رات کے بارہ بجے تک مصروف کار رہتا ہے ۔

٦٣ واں یوم انقلاب

میں کلکتہ میں ایک ٹرام مزدور کی حیثیت سے ۱۹۴۰ء میں مقامی کمیونسٹ پارٹی کے کارکنوں کے نزدیک آیا اور انھیں سے میں نے عظیم لینن کی قیادت میں کمیونسٹ پارٹی کے ۱۹۱۷ء کے اکتوبر انقلاب کے بارے میں جانکاری حاصل کی تھی ۔ برطانوی سامراج کی حکومت ہونے کی وجہ ... سے پہلے کتابیں وغیرہ بھی پڑھنے کو نہیں ملتی تھیں ۔ پھر بھی ان ساتھیوں سے کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں مزدوروں اور کسانوں کے ذریعہ زارشاہی کے خاتمے اور کسان مزدوروں کے قیام کے ذکر سے اثر لے کر ہندستانی کمیونسٹ کے نزدیک آ گیا تھا ۔ ۱۹۴۱ء میں جب فاشسٹ ہٹلر نے سوویت یونین پر دھوکے سے حملہ کر دیا تو اس وقت سے میں ٹرام مزدور یونین کی قیادت میں فاشسٹ مخالف تحریک میں جوش و خروش سے حصہ لینے لگا تھا ۔ کچھ دنوں بعد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کمیونسٹ پارٹی پر سے پابندی ہٹالی گئی ۔ اس کے بعد ہندستانی کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں فاشسٹ مخالف تحریک تیز تر ہوگئی ۔ اس وقت بہادر لال فوج ، چھاپہ مار دستے اور سوویت عوام فاشسٹوں کو پسپا کرنے میں لگے تھے ۔ اس کا اثر مجھ پر اور پڑا اور ۱۹۴۲ء میں کمیونسٹ پارٹی کا سرگرم رکن ہونے کا مجھے موقع نصیب ہوا۔ اُس وقت سے آج تک میں عظیم اکتوبر انقلاب کی یادگار مناتا چلا آرہا ہوں ۔

اس بار مجھے سوویت سرزمین پر آنے کا موقع ملا ہے ۔ پانچ مہینے سے زیادہ یہاں رہ کر میں نے ماسکو، لینن گراد، یاسنایا پولیانا، تلا، لینن کا گورکی گاؤں اور جاگورسک وغیرہ کی سیاحت کی اور عظیم لینن کی زندگی سے متعلق مقامات، اشیا، سوویت عوام کی طرز زندگی کو دیکھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی ، میرا حوصلہ بڑھا۔

سوویت یونین کے مزدوروں، کسانوں اور عوام نے عظیم لینن کی قیادت میں کمیونسٹ پارٹی کے ذریعہ انقلاب کیا اور زارشاہی کا خاتمہ کیا۔ اس کے بعد غیر ممالک کی دخل اندازی کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہائٹ گارڈوں کا صفایا کیا اور طبقاتی دشمنوں کے ذریعہ کی جانے والی تخریبی کارروائیوں اور اندرونی مخالفت کو کچل ڈالا۔ مزدوروں، کسانوں، نوجوانوں اور عوام کی کوشش سے ایک طاقتور سوویت سوشلسٹ جمہوری یونین کا قیام عمل میں آیا اور جن ہٹلری درندوں نے دنیا کو خطرے میں ڈال دیا تھا ان کا بھی خاتمہ ہوا۔

جس اکتوبر انقلاب نے سوویت عوام کو ترقی یافتہ سوشلسٹ سماج سے کمیونزم کی طرف تیزی سے لے جانے کا راستہ صاف کیا، جس نے دنیا کے ایک تہائی حصے سے بھی زیادہ میں سامراجیت اور سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے حوصلہ جگایا اور جس انقلاب سے اثر قبول کرکے آج دنیا کے مزدور کسان، پسے ہوئے عوام اپنی اقتصادی، سیاسی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، اُسی اکتوبر انقلاب کی اس ہفتے ۶۲ ویں سالگرہ منائی جارہی ہے ۔ اکتوبر انقلاب کی ہر سالگرہ پر سوویت یونین میں ترقی کا اہم پروگرام شروع کیا جاتا ہے جس سے کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں سوویت عوام سوشلسٹ سماج کی تعمیر کرتے ہوئے کمیونزم کی طرف لگاتار بڑھتے جارہے ہیں ۔

اکتوبر انقلاب کی ۶۲ ویں سالگرہ سے پہلے کی رات میں ماسکو شہر کے راستے، عمارتیں، بڑے بڑے چوک، لال جھنڈوں، لال تاروں اور رنگ برنگی بتیوں سے جگمگا رہے ہیں۔ لوگوں کے چہرے خوشی سے کھلے ہوئے ہیں ۔ بچوں اور جوانوں میں خاص چہل پہل دیکھنے میں آرہی ہے ۔ دوکانوں پر پھولوں سے لے کر سبھی چیزوں کی خرید ہو رہی ہے ۔ اس طرح آنے والی صبح کا سبھی کو انتظار ہے ۔ صبح پانچ بجے سے ہی مرد، عورت، بوڑھے، بچے، مزدور، کسان، عام آدمی کریملن کی جانب رواں دواں دکھائی پڑتے ہیں ۔

اس طرح دیکھتے دیکھتے کریملن کے چاروں طرف زبردست بھیڑ جمع ہوجاتی ہے، لال جھنڈیاں، فیسٹونوں اور پھولوں کی سجاوٹ سے اس کا ہر کونہ لالہ زار ہوجاتا ہے ۔ لال فوج اور اس کے تینوں حصے کے جوان قطار میں لال چوک پر کھڑے ہوگئے ہیں ۔ فوج کے تینوں حصوں کے اپنے ساز بھی ہیں ۔ کریملن کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے باہر کچھ توپوں اور راکٹ سے لیس ٹینک، مزائل بردار ہتھیار کھڑے ہیں۔ اس طرح لال چوک ٹھسا ٹھس بھر گیا۔ لیکن کہیں سے ایک آواز تک نہیں آرہی ہے۔ دس بجنے سے کچھ پہلے قائدین آئے اور ادر لینن کے مقبرے میں جاکر انھیں عقیدت کے پھول چڑھائے۔ یہ لوگ لینن کے مقبرے کے اوپر کھڑے ہوگئے اور لوگوں نے زوروں سے ان کا خیر مقدم کیا۔ ٹھیک دس بجے قومی ترانے کی دھن بجائی گئی۔ اُس کے بعد وزیر دفاع استینوف نے فوج کے تینوں حصوں کے جوانوں کے پاس جاکر سلامی لی۔ ان کے ساتھ ساتھ سب سے اعلیٰ مارشل بھی تھے۔ اس کے بعد وزیر دفاع لینن کے مقبرے کے اوپر آئے جہاں پہلے ہی سے لیونار بریژنیف، سُسلوب، گرومیکو وغیرہ کمیونسٹ پارٹی کے اعلیٰ قائدین موجود تھے۔

وزیر دفاع نے اپنا لکھا ہوا خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد لال فوج کے جوان اور ٹینک سلامی دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ لال فوج کے دستوں کے گزرتے ہی انسانوں کا مجمع اُمڑ پڑا جس میں مزدور کسان تھے، عام لوگ تھے، نوجوان لڑکے، لڑکیاں بچے تھے۔ وہ سابقہ فوجی بھی تھے جنھوں نے نازیوں کو سبق سکھایا تھا۔ یہ سب قطار در قطار گانے گاتے، نعرے لگاتے ناچتے کودتے آگے بڑھتے گئے۔ ان سب کی زبان پر خاص نعرہ امن کا تھا۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں جھنڈے تھے، فیسٹون تھے، پھول تھے، جن سے لال چوک لالہ زار ہوگیا تھا۔ اس طرح پورے تین گھنٹے تک جلوس چلتا رہا۔ سردی سخت تھی، برف زور سے گر رہی تھی۔ لوگوں کی ٹوپیاں اور کوٹ برف سے سفید ہوگئے تھے۔ ایسی حالت میں بھی جلوس پورے جوش اور حوصلے سے چلتا رہا اور سبھی قائدین تین گھنٹے تک برابر کھڑے رہ کر سلامی لیتے رہے۔ اس طرح اکتوبر انقلاب کی ۶۲ ویں سالگرہ کا یہ تہوار لال چوک پر پایۂ تکمیل کو پہونچا۔

آج شام سے لے کر بہت رات تک سارے ماسکو میں چہل پہل ہے۔ لیکن کریملن کے آس پاس لال چوک، شہید امر جوتی، گورکی پروسپیکٹ وغیرہ پر مجمع بہت ہے کیونکہ ادھر خاص طرح کی روشنی لگی ہوئی ہے اور جگہ جگہ آتش بازی کا بھی انتظام ہے۔

ٹھیک آج سے ۶۲ سال قبل ۱۹۱۷ء میں اسی لال چوک میں مزدوروں، کسانوں نے زار شاہی کی فوج کو پسپا کیا تھا۔ اسی لال چوک میں ۱۹۴۱ء کے یوم انقلاب پر لال فوج سیدھے مارچ کرتی ہوئی ہٹلری درندوں کو دفن کرنے نکلی تھی اور ۱۹۴۵ء میں فاشسٹوں پر فتح حاصل کر کے اسی چوک پر لینن مقبرے کے پاس نازی جھنڈوں کو پیروں تلے روندا گیا تھا۔ یہیں سوویت عوام نے پہلے خلائی فاتح یورن گگارن کا خیر مقدم کیا تھا۔ اسی لال چوک پر ۶۲ ویں اکتوبر انقلاب کا جشن مناتے ہوئے دیکھنے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علاج معالجہ

میرا پوتا کنڈر گارٹن میں پڑھتا ہے۔ ایک دن اسکول نہیں گیا۔ اتفاق سے اُسی دن ایک ڈاکٹر ضابطے کے مطابق بچوں کا طبی معائنہ کرنے آگیا۔ سبھی بچوں کا معائنہ ہوا۔ امِت غیر حاضری کی وجہ سے بیمار بھی ہو سکتا ہے، اس لئے ٹیچر گھر آگئی اور امت کو خود ساتھ لے گئی۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر لیا اور ٹیچر بچے کو گھر پہنچا گئی۔

کچھ دن قبل امت کی ماں راج کو بخار آنے لگا۔ ایک دو دن بعد پڑوس کی روسی عورت کے کہنے پر مقامی مرکز صحت میں فون کر کے ڈاکٹر بلالیا گیا۔ فون کرنے کے ۱۵۔۲۰ منٹ بعد ہی ڈاکٹر ایک نرس کے ساتھ گھر پہونچ گیا۔ راج کا طبی معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کہا کہ انھیں ملیریا ہے اور انھیں فوراً اسپتال پہونچانا چاہیئے۔ ڈاکٹر نے اُٹھ کر فون کیا اور آدھے گھنٹے میں ایمبولینس آکر راج کو اسپتال لے گئی۔ اسپتال میں سب طرح کے معائنے کئے گئے۔ پورے ایک ہفتے کے علاج کے بعد اُنھیں گھر پہونچا دیا گیا۔

سوویت یونین میں مکان، اسکول، ذرائع آمد و رفت وغیرہ کی طرح علاج معالجہ بھی سماجیا لیا گیا ہے۔

سبھی سوویت شہریوں کی طرح سیاحوں کو بھی یہ آسانیاں فراہم ہیں۔ سوویت یونین کے ہر علاقے میں ایک مرکز صحت ہے جو اُس متعلقہ علاقے کے لوگوں کی صحت کی دیکھ ریکھ کرتا ہے۔ جو ذرا زیادہ بیمار ہو جائے اسے فوراً اسپتال میں لے جا کر علاج کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اسکولوں میں جا کر بچوں کی صحت کی جانچ پڑتال کرتے رہتے ہیں۔ بچوں کے گھروں، کنڈر گارٹن اسکول کے بچوں کی صحت کے لئے اسکول میں دی جانے والی غذا اور متوازن خوراک کی طرف بہت دھیان دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کارکنوں کا کام کرنے کی جگہ پر طبی معائنہ ہوتا رہتا ہے اور اُن کی جسمانی صحت کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے۔ خواتین کی صحت کا خاص دھیان رکھا جاتا ہے اور زچگی کے وقت ماں کو ایک سو بارہ دن کی لمبی چھٹی باتنخواہ دی جاتی ہے۔ اس طرح سوویت یونین میں تمام عوام کی صحت کی دیکھ بھال مفت کی جاتی ہے۔ سوشلسٹ ملکوں کے علاوہ دنیا میں ایسا اور کہیں نہیں ہوتا۔

اشتراکی فارموں کے صحت کے اپنے الگ مرکز ہیں، ابتدائی علاج کے مرکز اور اسپتال ہیں۔ ان مراکز کے اخراجات وہ خود اٹھاتے ہیں۔ انھیں شہر کے بڑے بڑے اسپتالوں کا تعاون بھی حاصل ہوتا ہے۔

سبھی بڑے بڑے کارخانوں میں بھی علاج کے ان کے اپنے مراکز ہیں۔ ان میں بہت اچھے ڈاکٹر اور نرسیں ہیں۔ کام کے دوران چوٹ آجائے تو اس کا علاج تو یہاں ہوتا ہی ہے لیکن کارکنوں کے گھروں میں بھی جا کر وقتاً فوقتاً طبی معائنہ کیا جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ انہیں سینیٹوریم، صحت کے مراکز، آرام گھروں میں، پہاڑوں پر یا سمندر کے کنارے بھیجا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسپتالوں میں زیادہ عرصہ تک رہنے والے کسی بھی شہری کو سینیٹوریم، صحت کے مراکز یا آرام گھروں میں بھیج کر اُسے تندرست بنانے اور اس کی صحت کو برقرار رکھنے کا پورا انتظام ہے۔

ماسکو میں اپنی رہائش کے دوران میں یہاں کے ڈاکٹروں اور نرسوں کو سڑکوں پر کاڑیوں میں اور ندیوں میں لانچوں کے ذریعہ دوڑ دھوپ کرتے دیکھا ہے۔ جب بھی کسی حادثے یا کسی کی بیماری کی خبر ملتی ہے تو فوراً ہی موقع پر پہونچ کر طبی امداد بہم پہونچائی جاتی ہے اور اگر ضروری ہوا تو گھائلوں اور مریضوں کو فوراً اسپتال میں منتقل کیا جاتا ہے۔ نہانے کے تالابوں اور پکنک کے مقامات پر سارے دن ڈاکٹر و نرس موجود رہتے ہیں اور کسی ہنگامی صورت حال سے نپٹنے کے لئے ان کے پاس گاڑیاں بھی ہوتی ہیں۔

میں اپنے تجربے سے کہہ سکتا ہوں کہ سوویت یونین میں ہر شہری کی صحت قابل اعتبار ہاتھوں میں محفوظ ہے۔

سرکس

ماسکو میں رہ کر کوئی سرکس نہ دیکھے یہ ناممکن ہے۔ لیکن ادھر تعطیلات گرما کی وجہ سے سرکس بند تھے۔ پھر بھی گورکی پارک میں سرکس چل رہا تھا کیونکہ اس میں ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں لوگوں کے دل بہلاؤ کے لئے طرح طرح کے جھولے، چرخ وغیرہ کے علاوہ عارضی سرکس بھی ہے۔ ہم لوگوں نے بھی بچوں کے ساتھ جاکر اُس سرکس کو دیکھا۔ اس سے ہم اس قدر لطف اندوز ہوئے اور اس کا اس قدر ہم پر اثر پڑا کہ بڑے سرکس دیکھنے کی خواہش ہم میں جاگ اٹھی۔ لیکن گرمی کی چھٹیاں تھیں اور سرکس ابھی بند تھے۔

ستمبر میں سبھی سرکس کھل گئے۔ سوویت یونین کے سرکس اتنے مقبول عام ہیں کہ ٹکٹ ملنا آسان نہیں ہے اس لئے ہم لوگوں کو پندرہ دن بعد کا ٹکٹ ملا۔ یہ ماسکو کا نیا سرکس تھا اور یہ سوویت یونین کا ہی نہیں بلکہ دنیا کا سب سے بڑا سرکس ہے۔ ماسکو کے جنوب مغرب میں لینن پہاڑی پر یونیورسٹی میٹرو اسٹیشن کے پاس ہی یہ ایک بڑے رقبے پر واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف کھلا میدان ہے، پارک ہے، فوارے ہیں۔ سرکس کے پاس طرح طرح کی ہری، پیلی، لال بتیوں اور جھنڈیوں کے بیچ منڈپ جگمگاتا دکھائی پڑتا ہے۔ خاص منڈپ بہت بڑا ہے اور اوپر سے نیچے تک سیمنٹ کی ڈھلائی سے بنایا گیا ہے جس میں ۳۵۰۰ تماش بین آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ اس سے ملحق جانوروں کے لئے بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے ہیں۔

سرکس کے منتظمین اور فن کاروں وغیرہ کے لئے چار سو سروس کمرے ہیں۔ جانوروں کے کام کرنے کا رنگ بہت ہی مضبوط ہے۔ یہ خود کار ہے اور ضرورت کے مطابق خود بخود بدلتا رہتا ہے۔ آگ بجھانے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے بھی اچھا بندوبست کیا گیا ہے۔

سرکس کے باہر قریب آدھے گھنٹے گھومنے کے بعد وقت سے کچھ پہلے ہی ہم لوگ اپنی سیٹ پر جاکر بیٹھ گئے۔ مقررہ وقت پر ٹھیک ۷ بجے سرکس شروع ہوگیا۔ اس کی شروعات ہی بہت دلفریب تھی۔ باجوں کی گونج کے درمیان پرانے فنکاروں کی ایک فلم دکھائی گئی۔ پھر ایک دوسرے فن کار کے کرتب دیکھنے کو ملے۔ منڈپ کے اوپری حصے میں چھلانگ لگاتے اور قلابازیاں کھاتے وہ لوگ ایسے لگ رہے تھے جیسے آسمان میں اڑان بھر رہے ہوں۔ کیوبا کے فن کاروں نے رسیوں کا بہت بڑا رنگ بنایا۔ منگولیا کی لڑکیوں کی جمناسٹک، چیکوسلاوکیہ کے فن کاروں کے سائکل پر کرتب بے مثال تھا۔ سرکس کے اداکاروں کا سارا پروگرام اپنے آپ میں ایک رنگارنگ پروگرام جیسا تھا۔ جانوروں میں بلیوں، کتوں، چمپینزی، چیتوں، بھالوؤں، ہاتھیوں کے کرتب دیکھنے کے قابل تھے۔ گھوڑوں اور گھوڑسواروں کا جوکھم سے بھرا کمال حیرت انگیز تھا، میں کہہ سکتا ہوں کہ گھوڑسواری بہت ہی با مہارت اور لاثانی تھی۔ جانوروں کے ساتھ جو آدمی کام کر رہے تھے وہ انھیں دھتکارنے اور کوڑے دکھانے کے بجائے ان سے بہت شفقت سے پیش آرہے تھے۔ اس سے احساس ہوتا تھا کہ جانور اپنا کام خود بخود کرتے جا رہے ہیں۔

سارے پروگرام میں جوکروں کی اداکاری خاص طور سے اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ یہ صرف ایک کھیل اور دوسرے کھیل کے درمیان وقفے کو پُر نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ خود اعلیٰ درجے کے فنکار تھے۔ ان کے مزاج کا تیکھاپن، ان کے مذاق و چٹکلے، ان کا نٹ کھٹ پن، لمبی چوڑی شیخی اور ان کا مسخرہ پن اس قدر دلچسپ تھا کہ اس میں چقماق کی سی کشش تھی۔ یہ وقفے کا احساس ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔

سوویت یونین میں بہت سی قومیتیں ہیں اور انھیں کی ملی جلی کوششوں کا نتیجہ یہ سرکس ہے۔ اس میں روسی، ازبیک، آذربائجانی اور آرمینیائی سبھی قومیتوں کے لوگ ہیں۔ ان کے علاوہ کیوبا، مشرقی جرمنی، چیکوسلاوکیہ اور منگولیا وغیرہ ممالک کے اداکار بھی اس میں شامل ہیں۔ ماسکو کا یہ نیا بڑا سرکس دنیا کا عجیب و غریب اور بڑا سرکس ہے۔

سوویت یونین کے سرکسوں کی مقبولیت اور کامیابی کا سبب یہ ہے کہ اکتوبر انقلاب نے ہر ایک محنت کش ہنرمند کو باعزت بنایا اور اسے استحصال سے نجات دلائی۔ جس طرح صنعت و حرفت، تجارت، بجلی، اسکول و کالج سبھی کو قومی ملکیت بنایا، اسی طرح لینن کے زیر ہدایت اگست ۱۹۱۹ء میں سرکس کو بھی قومی ملکیت بنا دیا گیا۔ اس سے اداکار سودے بازوں سے، اقرارناموں کی غیر استحکامی سے، گنوار تماش بینوں کی گھٹیا دلچسپیوں کو پورا کرنے کے غرض سے آزاد ہوگئے ہیں اور سرکس کو پہلی بار دوسرے فنون کے برابر درجہ حاصل ہوا۔

اس طرح سرکس کے اداکار بھی روزگار پانے، مکان اور پنشن وغیرہ کے حقدار ہوگئے اور مطمئن ہوکر وہ اپنے فن کے مظاہرے میں لگ گئے۔ انھیں ہر طرح کا تعاون اور رعایتیں ملیں۔ یہی نہیں، اکتوبر انقلاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے دس سال بعد ہی ماسکو میں اس فن کی تربیت کا پہلا کالج کھولا گیا ۔ یہی کالج دنیا بھر میں مشہور ہو گیا ہے ۔ یہاں سرکس کے اداکار تربیت پاتے ہیں اور ویتنام ، کیوبا ، مشرقی جرمنی ، چیکوسلاوکیہ اور منگولیا کے فنکار بھی یہاں آکر تربیت حاصل کرتے ہیں ۔

سوویت یونین میں سرکس اتنا مقبول عام ہو گیا ہے کہ آج عارضی سرکسوں کی تعداد بڑھ کر ۶۶ ہو گئی ہے جو دنیا کے تمام سرکسوں کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے ۔ سفری سرکس اس کے علاوہ ہیں ۔

اس سال اگست کے مہینے سے سوویت یونین کے سرکس اپنی ساٹھویں سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منا رہے ہیں اور اپنے نئے پروگرام پیش کر رہے ہیں ۔

الوداع

اب میں وطن لوٹنے کی تیاری کر رہا ہوں ۔ ماسکو میں ہندوستانی دوستوں سے ملاقات کا دور چلا ۔ جس طرح ماسکو آنے کی مجھے زبردست تمنا تھی اُسی طرح اپنے پیارے وطن لوٹنے کی خواہش بھی اب تیز تر تھی ۔ دس نومبر کی تاریخ بھی آپہونچی جب مجھے 'ایر انڈیا' سے روانہ ہونا تھا ۔

آج سارا دن دونوں پوتے ، اُن کی ماں راج اور ددن جی میرے ساتھ ہی گھر پر رہے ۔ میں جا رہا ہوں ، اس لئے اُداس بھی ہیں ۔ ٹھیک وقت پر میں سارے خاندان کے ساتھ ایر پورٹ پہونچا ۔ وہاں نریندر جی پہلے ہی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے ۔ جب کسٹم کے گیٹ پر پہونچ کر سب سے رخصت ہوتے لگا تو دونوں پوتوں ، بہو اور بیٹے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرا بھی دل بھر آیا ۔ میں نے بچوں کو الوداع کہا ، کسٹم کی کارروائی پوری کرائی اور مقررہ وقت پر ہمارا جہاز ہندستان کی طرف آسمان میں اُڑنے لگا ۔ میں کچھ دیر تک بچوں کے بچھڑنے کے غم میں ڈوبا رہا ۔

پانچ ماہ دس دن تک سوویت یونین میں رہ کر میں نے جو کچھ دیکھا اس کی نہ مٹنے والی چھاپ میرے ذہن پر پڑی ۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے ملک میں اسی طرح کے سماج کی برسوں سے میں تمنا کرتا آیا ہوں اور اس کے لئے جدوجہد بھی کرتا رہا ہوں ۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میرا راستہ صحیح ہے ۔ اس سے مجھے بے حد سکون حاصل ہوا ۔

میں سوچ رہا ہوں کہ کس طرح سوویت یونین میں آج ہر آدمی ، بچہ ، عورت ، مرد ، کسان سبھی مساوی آسانیاں پاکر زندگی بسر کرتے اور ہر شعبہ زندگی کے سنوارنے میں جوش وخروش سے لگے ہوئے ہیں ۔ اسی طرح کی مساوی آسانیاں ہمارے ملکوں کے لوگوں ، عورتوں ، بچوں ، مزدوروں ، کسانوں کو بھی میسر ہو سکتی ہیں ؟ انھیں ملنی چاہئیں ، میں پر اُمید لوٹ رہا ہوں ۔ ایسا دن ضرور آئے گا جب ہمارے ملک کے لوگ بھی اسی طرح کا خوشحال سماج قائم کریں گے جس میں امیر ، غریب ، چھوٹے ، بڑے کا امتیاز نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگا اور میرے وطن کے لوگ بھی روٹی، روزی، کپڑے، مکان کی جدوجہد سے اوپر اٹھ کر ایک ایسے ہندستان کی تعمیر کریں گے جس میں زندگی آرام دہ ہوگی اور اس کے تعمیر نو سے ہم بھی سرخ رو ہوں گے۔

ایسے ہی گزرے ہوئے زمانے کو ادھیڑتا ہوا اور نئے عہد کے خواب بنتا ہوا میں اپنے خیالوں میں گم رہا۔ بار بار سوچتا تھا کہ اس نئے سماج کے بنانے میں میرا بھی حصہ ہوگا، میں بھی ایک رول ادا کروں گا۔

میرا خواب ٹوٹا، کانوں میں آواز آئی ــ بلٹ باندھ لیجئے، اب کچھ ہی دیر میں ہوائی جہاز دہلی ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔

میں دوبارہ اپنے جانے پہچانے ماحول میں آگیا ہوں، جس سے پیار بھی ہے اور جسے بدلنے کی زبردست خواہش بھی ہے۔

■

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय हरिद्वार
वर्ग संख्या -- -- -- आगत संख्या - ----
पुस्तक - वितरण की तिथि नीचे अंकित है। इस तिथि सहित 30वें दिन तक यह पुस्तक पुस्तकालय में वापिस आ जानी चाहिए। अन्यथा 10 पैसे के हिसाब से विलम्ब - दण्ड लगेगा।

Entered in Database
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय
कृपया पुस्तक के ऊपर कोई निशान आदि
न लगायें।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

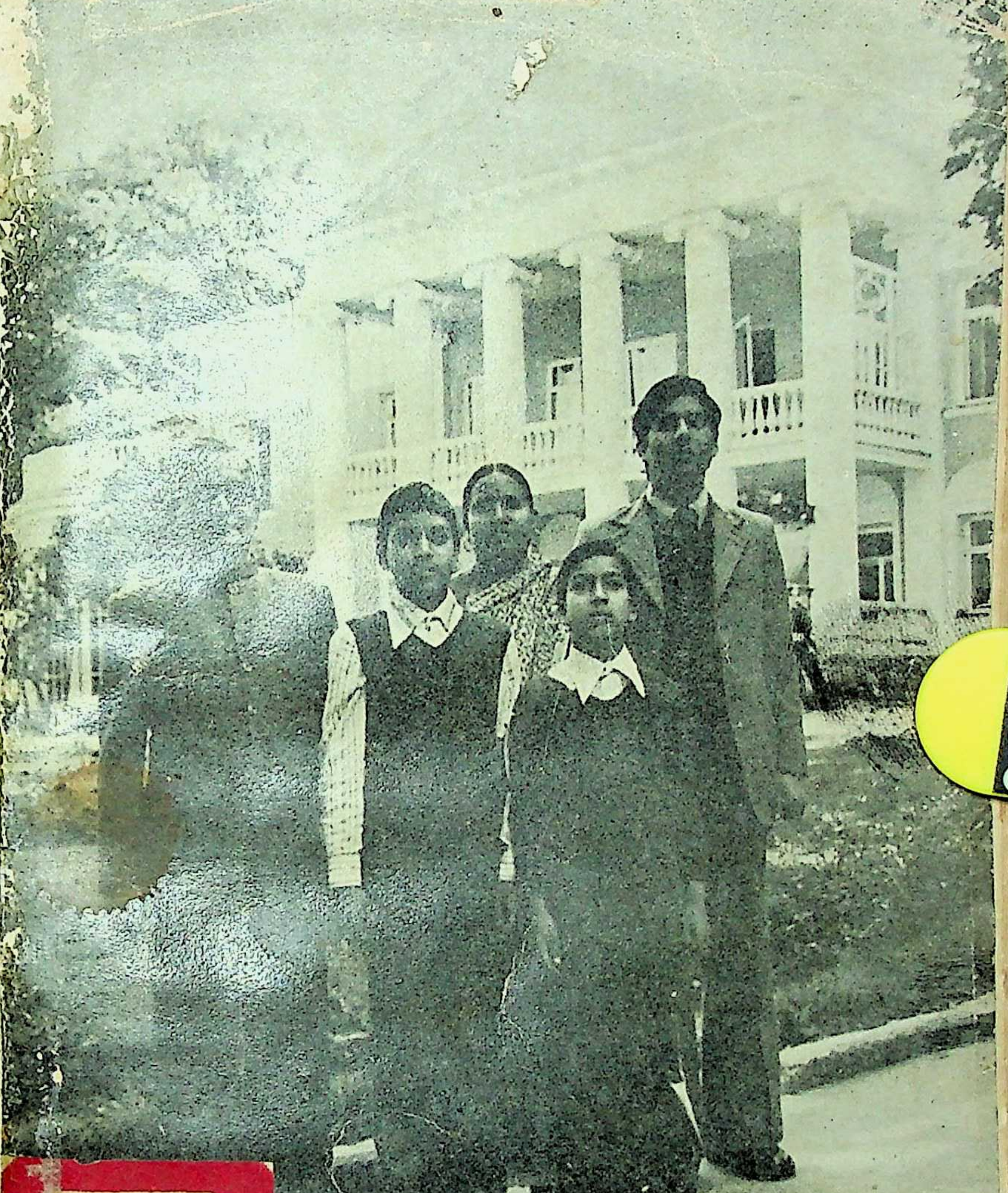

گورکی گاؤں میں مصنف اپنے بیٹے بہو اور پوتوں کے ساتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar